U23068. Date 23-12-09

Title - BAZM-E-SUKHAN

Creator - Sayyed Ali Hasan Khan.

Publisher - Matba Naami Mufeed Aam (Agra).

Date - 1209 H

Pages - 156.

Subject - Urdu Shayari - Intikhab May Tazkira;
Tazkira Shora May Intikhab.

الشعر کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح

بعہد معدلت مہد جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال تذکرہ رشک حسن مسمی

بزم سخن

سید علی حسن خان صاحب سلمہ اللہ القوی

بکوشش بلیغ وعرق ریزی تام باہتمام عاصی احمد خان صوفی مدظلہ العالی

در مطبع نامی مفید عام اگرہ زیور طبع پوشید

فہرست

الشعر کلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح
بعہد معدلت مہد جناب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال تذکرہ رشک چمن مسمّٰی
بزم سخن
سید علی حسن خان صاحب سلمہ اللہ القوی
بکوشش بلیغ و عرق ریزی تمام باہتمام عاصی احمد خان صوفی مدظلہ العالی
در مطبع نامی مفید عام اگرہ زیور طبع پوشید
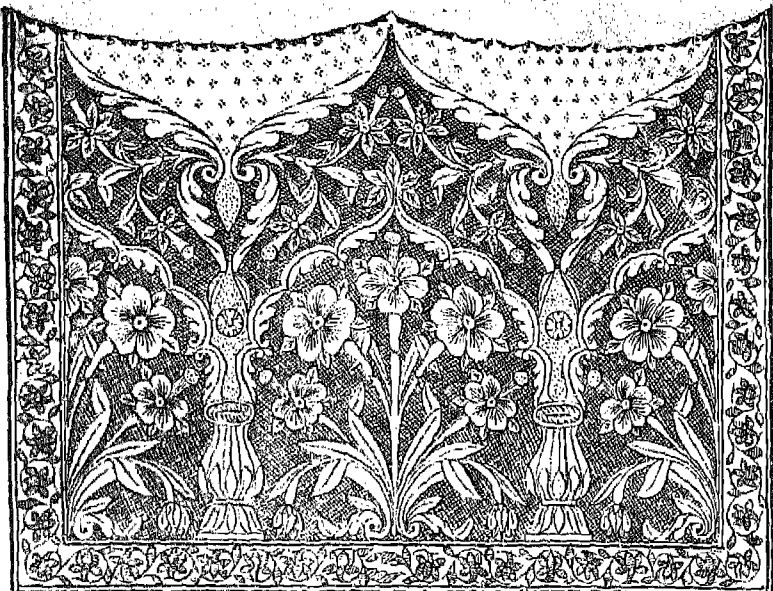
بسم الله الرحمن الرحیم

حمد انرا که آید و نعت که سراید خویش گفته اند ه

محمد حامد حمد خدا بس — خدا مدح آفرین مصطفی بس

کمالیست ارباب سخن علی حسن نگارش مدیارا سازمید به و هم نفسان را آوازکه امروز بر چارپالش نازش کج نشسته با گرانمایگان برابری میخواهم و به گرامی پایگان همسری ه

قطره ام دعوی سحاب کنم — ذره ام لاف آفتاب کنم

الف و با ندانم از ابجد — کج نشینم به بزم اهل خرد

حرفی از مدح خویش می‌رانم — ورنه آنم که خوب می‌دانم

الله الله درین بی بضاعتی سخن و قدر مایگی این گرامی فن رتبهٔ خویش فراموش نمودم و در پهلو نقادان دوکان خود فروشی کشودم ه

خویشتن دانی و خود آرائی — می نوازد دلی زرسوائی

منشار این نازش و منتهای این افتخار جز این بیش نیست که فرمان حضرت والد ماجد عز مجدهم بر این

آورد کہ تذکرہ سخن سنجان ریختہ بضبط نگارش در آید اگرچہ بندہ باین جنس گرانمایہ ارزش نداشت اما بہ فحوای الامر فوق الادب ہمت بامتثال امر برگماشت بافضال الٰہی و بہ اقبال قبلہ گاہی در اندک زمان کار بپایان رسید و نگار امید غازۂ مدعا بر رو کشید ع مشکلے بود و بآسان بگذشت * چون از نگارش نامہ فراغ یافتم بہ بزم سخن سوسنش ساختم از ارباب بصیرت چشم آن دارم کہ اگر خطاے رفتہ باشد ازان چشم پوشند و بہ صلاح و اصلاح کوشند ٥

بیا ساقی باندازِ دلاویز — بدہ نوشینہ داروے طرب‌ریز

بیا ساقی بمستانہ اداے — برآر از خاطر یاران صداے

بیا بگذر ز دُرد و صاف ساقی — بدہ کز دیگران باقیست باقی

مے خواہم کہ در جام دگر نیست — ز دُردش ہم بآشامِ دگر نیست

نخواہم صد ایاغ از بادہ لبریز — بدہ جامی ولے کیفیت انگیز

دلم از کیف آن بلبل نوا کن
لبم با نغمۂ خوش آشنا کن

حرف الف

آباد مہدی حسن خان فرزند غلام جعفر خان لکھنوی بر ناسخ سخن میگذرانید، در ۱۲۸۱ھ پیراہن وجود در بر کشید دیوانے گذاشتہ از وست ؎

کیا عجب شوق اسیری ہین اگر منقار سے — بلبلین دامن پکڑ لین دوڑ کر صیاد کا
دل لگانے مین تو ہے جور اوٹھانے کا مزا — لطف کیا ہے کہ جو معشوق ستمگار نہو
لطف جینے کا یہہ ہے جان کسی پر نکلے — نہ جئے وہ جسے مرنے سے سروکار نہو

آبرو نجم الدین معروف بہ شاہ مبارک نسبت تلمذ و قرابت با سراج الدین علی خان آرزو داشت بعہد محمد شاہ قالب تہی کرد در صنعت ایہام مائل بود سخن باسلوب بایستہ بر کرسی می نشاند خوش گفتہ ؎

نہ دیوے لیکے دل وہ عہد شکن — اگر باور نہین تو مانگ دیکھو

آتش خواجہ حیدر علی خلف خواجہ علی بخش لکھنوی، از تلامذہ مصحفی در ۱۲۶۱ھ جامہ گذاشت دو دیوان دارد فکر بلند و طبع ارجمند داشت از وست دلیں نکوست ؎

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا — جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا
قاصدون کے پاؤن توڑے بدگمانی نے مری — خط دیا لیکن نہ بتلایا نشان کوے دوست
تھی آرزو کہ تجھے گل کے روبرو کرتے — ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے
شب کو دم دے کے لیجاتا ہی کوے یار مین — تو تنہا ہی مجھسے بھی مرشد مرا دل ہوگیا
پیامبر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا — زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی از تلامذہ میر عبد الصمد سخن دہلوی در فارسی بیشتر فکر میکرد و در ریختہ کمتر در ۱۱۶۹ھ بہ لکھنو جامہ گذاشت و بدہلی مدفون گشت ؎

جان تجھہ پر کچھہ اعتماد نہین — زندگانی کا کیا بھروسا ہے
میخانے بیچ جا کر شیشے تمام توڑے — زاہد نے آج دلکے اپنے پھپھولے پھوڑے

آرزو مرزا علاؤ الدین عرف مرزا کالے خلف مرزا مسرور بخت نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ دہلی سخن بر مرزا قادر بخش صابر میگزاشت ہ

رہ رہ کے خون اوسنے بھی حسرت نکال لی — عاشق کا تو نے خون نہ بہایا تو کیا ہوا
اسپر بھی بد دماغ وہ ہوتے ہین یا نصیب — ہر چند بات کہتے ہین ہم التجا کے ساتھہ

آزاد خواجہ ضیاء الدین دہلوی غیر ازین بر حالش آگہی ندارم ہ

کہتے ہین نقش پر تری آیا سنجائے گا — تو خاک مین بھی اون سے ملایا نجائے گا

آزاد مرزا اعظم شاہ پسر مرزا عادل ابن مرزا سلیمان شکوہ بہادر طبع خوشی داشت جوانے زیبا مردے رند مشرب بود شوق تصوف بر مزاجش استیلا یافتہ از وست ہ

وہ اور ہین جنکی شب ہجران کو سحر ہے — یان شام ہوئی حشر کی اور یار نہ آیا
آزاد چپکا رہنا آٹھون پہر برا ہے — پھٹ جائیگا کلیجا کچھہ بات بھی کیا کر
ہم یہہ سمجھے تھے چھپائیگا گنہگارونکو — پر بہت تنگ ہے محشر ترا دامان دیکھا
آزاد کو مت پوچھو کیا اوسکا ٹھکانا ہے — جس کوچہ مین دن گذرا اوان شب بھی ہا ہوگا

آزاد میر فقیر اللہ دکہنی از شعرائے متقدمین بود ہ

سب صنعتین جہان کی آزاد دیکھو آئین — پر جس سے یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

آزردہ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول مولانا مفتی محمد صدر الدین خان بہادر صدر الصدور دہلی اوستاد حضرت پدر والا گہر نامہ نگار محامد جمیلہ اش ہمچو ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز غازۂ شہرت بر رو دارد محتاج بیان نیست در طور کلیم حضرت مہین برادر زید مجدہم ترجمہ حالات مفصلاً ضبط فرمودہ درینجا برہمین قدر اکتفا میرود کر اگرچہ شاعری دون مرتبہ ایشان بود و بقاعدۂ شعرا در شعر انہماک نمی داشتند اما آنچہ

فکری فرمودند از لطافت و سلاست تہی نمی بود نبذے از گفتارش ثبت افتاد از روانی فکرش ہویداست ؎

مر کر بھی ہمارا دل بیتاب نہ ٹھیرا
گر قید بھی ہوا تو بھی یہہ سیماب نہ ٹھیرا

ہو نہ دامن گیر کوئی جا نکر قاتل تجھے
تو بھی روتا چل جنازہ کو ہمارے دیکھکر

برگشتہ بخت جذبۂ دل تکو آفرین
آکر وہ بیٹھ گیا مری بیت الحزن کے پاس

الجھنے کو بلا ہین آپ بھی کچھ خیر ہی کیجیے
لگا یا ہاتھ کس نے آپکی زلف پریشان کو

مختصر حال چشم و دل یہہ ہے
اسکو آرام اوسکو خواب نہین

عالم خراب ہین نہ نکلنے سے آپکے
نکلو تو دیکھو خانمین کیا گھر کے گھر لٹے

آشفتہ میرزا رضا قلی ولد حکیم محمد شفیع اکبرآبادی یا لکھنوی ست طبیب حاذق بود و بزم شاعرہ می آراست از میر سوز اصلاح سخن میگرفت از گفتار اوست ؎

جی تھا آنکھونمین یار تھا دلمین
اسقدر انتظار تھا دلمین

مرگئے پر بھی ہمکو خاک نہ دی
آجتک یہہ غبار تھا دلمین

دم آخر جو ہچکی آئی تھی
وہ فراموش کار تھا دلمین

چلا ہے کعبہ کو آشفتہ پارسا بنکر
خدا جو بیٹھے بٹھائے اوسے خراب کرے

مرگیا اک صنم پہ آشفتہ
موت ایسی خدا نصیب کرے

آشفتہ عظیم الدین خان عرف بھورے خان از افغانان دہلی بود و سخن خود بہ میر مجدی نائل مینمود در اواخر عمر شعر و شاعری را ترک گفتہ بیاد الہی بر آسود ؎

پنڈت پوچھ ہاتھ دکھا فال کھلاؤ کوئی کچھ
بخت جو ہون برگشتہ اپنے کسکے پھیرے پھرتے ہین

آشفتہ حکیم سید منور علی خلف سید علی نواز رضوی از سادات بارہا متوطن شاہجہان آباد در طب دستگاہ بلند داشتہ و کسب این فن از غلام حیدر خان کردہ و سخنوری از مومن خان آموختہ فکر بلند داشت ؎

بہت روئے تو اپنی جان کھوئی
کسیکا ہم نے مبتلا ہو لیا کیا

نہ قتل کا خیال اونہین اور نہ موت کو
قسمت مین کیا نہ امری مرنا لکھا نہین

جو نامہ بر گیا وہ گیا جان سے وہان
اب آگے ہین ہے رقیب کو ہم نامہ بر کرین

ابھی دلربائی کو کیا جانتا ہے
ستم کو وہ بدخو ادا جانتا ہے

آبلہ پائی سے یہہ رتبہ ہوا حاصل کہ بس
ہم زمین کیا آسمان پر بھی قدم رکھتے نہین

سنا تھا ہمنے آشفتہ کو کوئی دم کا مہمان ہے
کئی دن ہو گئے اوسکو نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے

آشفتہ گلاب سنگھہ دہلوی مسکن بر زنے فریفتہ بود عاقبت بر گلو خنجر کشیدہ جان از دست

پوچھتے کیا ہو کہ شب آشفتہ کیونکر مر گیا
اوسمین کیا باقی رہا تھا بندہ پرور مر گیا

زلفون سے بھی زیادہ کیا رخ نے دلپہ جبر
کافر جو تھے سو تھے یہ مسلمان کو کیا کہون

اک نہ آنے سے تیرے اے ظالم
شکوے سو سو زبان پہ آتے ہین

آشفتہ امرناتھہ دہلوی تلمیذ تنویر جوانے رعنا بود ؎

اندنون تم جو ہوا آشفتہ پریشان خاطر
کس پہ ہوش آپنے کھوئے ہین کہان دل آیا

بھیجدو خاک پہ شہیدون کے
پھینکتے کیون ہو فرش خواب کے پھول

آشفتہ حاجی منشی عبد اللہ از باشندگان سلہٹ پور عبد الحمید از شاگردان حافظ ضیغم در ہر دو زبان پارسی و ریختہ مہارتے داشت ؎

دیکھنا شوق شہادت عاشق دلگیر کا
کیا تڑپ کر چوم لیتا ہے گلا شمشیر کا

آشوب میر امداد علی خان نقد میر روشن علیخان فروغ از سادات شاہجہان آباد از بادشاہ وقت اجداد او بخطاب خانی ممتاز بودند اصلاح سخن از میر نظام الدین ممنون میگرفت بروش استاد خود سخن میگفت ؎

پوچھا جو مین نے یار سے انجام سوز عشق
شوخی سے اک چراغ کو اوسنے بجھا دیا

دلکو سمجھے تھے کہ اوس بزم سے لے آئینگے
ہائے اپنا بھی ہوا اونسے پھر آنا مشکل

عذر جفا کے کب تلک تم کرو ہم گلہ کرین   وصل کی رات کم رہی آؤ معاملہ کرین

آشنا میر امیر علی ولد میر سبز مرشد آبادی از تربیت یافتگان غلام حسین آتش افروز است

مجھکو تو بات کل کی نہین یاد آشنا   کہتے ہین روز حشر کو دینا حساب ہے

آشنا میر زین العابدین خلف حکیم اصلح الدین گجراتی مسکن دہلوی موطن خان آرزو را دریافت از گفتار اوست

ہم سے بندون پہ ظلم کرتے ہین   ان بتونکا کوئی خدا بھی ہے

آشنا منشی عبد الکریم خان از باشندگان کلکتہ بود

ضبط نالہ باعثِ چاکِ گریبان ہوگیا   کام یون دستِ جنونکا اپنے آسان ہوگیا

آغا آغا مرزا خلف مرزا ابراہیم شوکت دہلوی موطن کانپوری مسکن گفتارش جز این قدر دست نداد

کل اوس تلک پہونچ تو گیا تھا یہ ہمدمو   کچھ مجھکو چپ سی لگ گئی ایسی کہ کیا کہون

آفتاب ابو المظفر مجاہد الدین شاہ عالم بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ چہل و نہ سال بر سریر سلطنت دہلی حکمرانی فرمود با اہل سخن مودتے داشت فکر رفیع یافتہ از وست

صبح اوٹھ جام سے گذرتی ہے   شب دلارام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے   ابتو آرام سے گذرتی ہے

آگاہ میر حسن علی افسانہ خوان سلطانی درین فن دستی داشت این بیت ازوست

ہان تیغ کھینچ اے بت آتش مزاج تو   مرنے پہ آج یہہ بھی گنہگار گرم ہے

آگاہ محمد صلاح دہلوی زمانہ محمد شاہ بادشاہ را دریافتہ ازوست

پیری مین کر دن سپر جوانی تو بجا ہے   دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے تماشا گذری کا

آگاہ سید محمد رضا عرف احمد مرزا از ساکنان دہلی اکتساب این فن از مرزا نوشہ نمود

ہجر کے ہاتھون کچھ ایسا زیست سے بیزار تھا ۔۔۔ غیر کے بدلے بھی کل مرنے پہ مین تیار تھا
گھر غیر کا ہو راہ مین یہہ تھی مری قسمت ۔۔۔ لایا تو اوسے جذب محبت کا یہین تھا

آگہ پنڈت جوالا ناتھہ پسر دا تارام برہمن باشندۂ کلکتہ در پارسی ہم فکر میکرد اور است

جان جاتی ہے تڑپتا ہون پڑا ۔۔۔ دیکھئے کیا ہو تماشا کیا ہے

آگاہی میر عبد الرحمٰن ابن میر حسین تسکین دہلوی موطن اکتساب کتب درسیہ از مولوی امام بخش صہبائی کردہ و سخن سرائی از مومن دہلوی آموختہ فن معما نیکو میدانست او راست

اوٹھہ کہین ہے آمد آمد وس ستمگر کی وہان ۔۔۔ اہل محشر مجھکو یہہ مژدہ سنا کر لیگئے

الف مقصورہ

اثر سید محمد میر برادر خورد خواجہ میر درد ظاہر و باطنش از حلیۂ صلاح آراستہ بود بہ تصوف نسبتے داشت دیوانے و مثنوی گزاشت او راست ؎

بیوفا تیری کچھ نہین تقصیر ۔۔۔ مجھکو میری وفا ہی راس نہین
یون خدا کی خدائی برحق ہے ۔۔۔ پر نہین تو اثر کی آس نہین
مر تو چلے کہا تلک اب درگزر کرین ۔۔۔ یا ہم نہین اس آہ مین یا آسمان نہین
ہر دم فزون ہین کجروِیان روزگار کی ۔۔۔ کچھ سیکھتا چلا ہے روش میرے یار کی
کب کب تری گلی مین ہم بیقرار آئے ۔۔۔ سو بار جی نے چاہا تب ایک بار آئے

اثر عبد الرزاق فرزند عبد الرحمٰن تمنا از سکنائے شاہجہان آباد حضرت صہبائی را بادستادی گرفتہ اشعار پر مضمون میگفت او راست ؎

کیا جانتا تھا وہ کہ ستم کیا ہے جور کیا ۔۔۔ باتین یہہ سب ہین اس دلِ الفت شعار کی
عشقِ بتان مین خاک بسر ہے تو اے اثر ۔۔۔ دنیا خراب اور ترا دین بھی خراب ہے

احسان حافظ عبدالرحمن خان خلف غلام رسول خان اوستاد و ملازم مرزا فرخندہ بخت دہلوی مسکن طبع نیکو داشت جانب صنائع لفظی مائل بود از وست ه

سخت نادانی کی احسان جو کہا عاشق ہوں
بہید کہتا ہے کسی سے کوئی دانا دل کا

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تہے بہول گئے
وگرنہ یاد تہین ہمکو شکا یتین کیا کیا

خفا مت ہو مجہکو ٹہوکانے بہت ہین
مرا سر ہے آستانے بہت ہین

مرتے مرتے بہی نہ اکبار تجہے دیکہہ لیا
اسقدر بہی نہ مری جان قضانے جانا

احسن اوستادی مولوی محمد احسن خلف الصدق مولوی منشی محمد احمد بلگرامی اصل و صفی پوری مسکن سلسلۂ نسبش بحضرت صدیق اکبر رضی میرسد ترجمۂ حافلاش از صبح گلشن در باب خانۂ نامہ گرد آورد از قحط فرصت یارائے آن ندارد کہ حرفے از کمالات و نبذے از فضائل او برطراز د مختصر انیست کہ سلیقۂ نظم و نثر انچہ قسمتم کردہ اند ہمہ از اثر فیضان اوست تا پائے اقامت اندرین ریاست افشردہ پنج تا مجلد در فن لغت و انشا علاوہ تصانیف سابقہ از معدن طبع برآوردہ چنانچہ در چار دانگ کمال علم شہرت برافراشتہ و نقشہا در فن سخنوری ایجاد کردہ کہ مضمون تازہ بے یاریگری فکرت از در بر میچو شد گاہے بر ریختہ گوئی ملتفت نشدہ الا دو چار بار بابرام بعض احباب در عنفوان ذوق سخن او راست ه

اپنی غفلت سے گیا ہاتھہ سی جانان اپنا
ہو گا کل اپنے ہی ہاتہوں مین گریبان اپنا

ہون مین بیمار محبت نہ سہی کوئی انیس
تپش دل سے ہون خود مروحہ جنبان اپنا

حشر کردیگی بپا پہر کسی رخسار کی یاد
نہ دکہا تو مجہے اے صاعقہ جولان اپنا

پیا مین اسقدر اوس چشم سرمہ سا کی لئے
کہ سراسر ہو گیا تن چشم نقش پا کے لئے

احسن مرزا احسن علی خوشنویس دہلوی از خوشہ چینان خرمن صحبت ضیا و سودا در سرکار آصف الدولہ بزمرۂ شعرا بسر می برد او راست ه

ٹکڑے اوڑ جاینگے سینہ مین جگر کے احسن — تیرے نالونکا کوئی دن جو یہہ انداز رہا

حسن پر اپنے ہر اک مہ پارہ گرم لاف تہا — گہر سے وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تہا

بزم مین اوسکی جو ہوتی ہے کبھی سرگوشی — دل دھڑکتا ہے کہ میرا کہین مذکور نہو

تم تو دل مانگو ہو یہان جان تلک ہے حاضر — بات یہہ بھی ہے کوئی آپکے فرمانے کی

احسن مولوی محمد احسن ابن مولوی حسن بخش متوطن کاکوری در مین پوری اقامت ورزیدہ اوراست ؎

خال ابرو نے مار ڈالا — کعبہ والون نے رہزنی کی

رونے پر آگئے ہنستے تھے ہم — اب روتے ہین بات پر ہنسی کی

احسن احسن اللہ خان جہان آبادی این بیت ازوست و نکوست ؎

اوسکی گلی مین احسن شب چوری چوری جانا — یہہ چال ڈہال تیری خانہ خراب کیا ہے

احفاد سید احفاد علی فرزند میر یاد علی از خوش فکران سہسوان ضلع بدایون است از والد مستعد خود سرمایۂ علم اندوختہ و فن سخنگوئی از تسلیم سہسوانی آموختہ طبع شگفتہ دارد اوراست ؎

ہے کیا جو تم اولجھتے ہو اہل نیاز سے — چھوڑا ہے کیا اونے جو سمجھو گے ناز سے

احقر غلام نبی باشندۂ دہلی پارسی بیشتر میگفت احیاناً بریختہ ہم فکری کرد اوراست ؎

جسوقت فاتحہ کو اوٹھے دلربا کے ہاتھ — ماتم سے شل ہوئے مرے اہل عزا کے ہاتھ

احمد احمد بیگ عمزاد مرزا فاضل بیگ خان در عملیات دستگاہ داشت ؎

ہوئے جو خاک اوس کوچہ مین تو یہہ آبرو پائی — لگے سو بار قدمونسے لگے سو بار دامن سے

اختر واجد علی شاہ بادشاہ اودہ امروز در کلکتہ جا دارد مثنوی و دیوانے ازوست

غمزہ و عشوہ و انداز و ادا نے مارا — ناتوان ایک یہہ جو رنگ ہوا چار کے ہاتھ

اختر قاضی محمد صادق خان بہادر ولد قاضی محمد لعل از باشندگان ہوگلی نواح کلکتہ

از مستفیدان مرزا قتیل بود پارسی نیک میدانست و فن شعبده را ماہر بود و سودا ے مہوسی در سر داشت از تصنیفات اوست تذکرۂ آفتاب عالمتاب و محامد حیدری و دیوان پارسی و ریختہ و گنج نیرنج از اوست ؎

کل بنکے شیخ مجتہد عصر سا قیا
دکہلا کے باغ سبز عذاب و ثواب کا

کہنے لگا براہِ تبختر مجہے بطنز
معلوم ہو گا حشر مین پینا شراب کا

مینے کہا کہ یہہ تو ہین ہم خوب جانتے
پر کیا کرین کہ ہے ابہی عالم شباب کا

گستاخی ہو معاف تو اک عرض مین کرون
کیجیے نہ آپ گر مجہے مورد عتاب کا

تقویٰ ہمارے آگے ہو جب آپکا درست
اور ہو یقین آپکے اس اجتناب کا

حی ہو وے کنج باغ ہو ساقی ہو ماہ وش
اور وان کوئی مخل نہو باعث حجاب کا

گردن مین ہاتہ ڈال کے وہ شوخ بیحیا
دے ذائقہ زبان کو دہانکے لعاب کا

کہینچے ہنسی سے اپنا وہ منہہ سے ملاکے منہہ
یہہ ریش جسمین جلوہ ہے رنگ خضاب کا

منت سے یون کہے کہ ہمارا لہو پیئے
گر پی سکنجائیے جلد یہہ پیالہ شراب کا

اوسوقت ہم سلام کرین قبلہ آپکو
گر آپ خوف کیجیے روز حساب کا

اور امتحان بغیر تو یہہ آپکا غلام
قایل نہین ہے قبلہ کسی شیخ و شاب کا

اختر مرزا وجیہ الدین دہلوی نبیرۂ سلیمان شکوہ این شعر در بدایت شعور گفتہ از وست

یہہ عمر اور عشق کا آزار دیکہنا
اور دلپہ پہر یہہ صدمہ شب انتظار کا

ارشد مرزا عبد الغنی دہلوی شاگرد مرزا اصابر اوراست ؎

صاحب ہماری جان بہی صدقہ ہو دل گویا
بندہ کچہہ ان ہٹون سے ہٹا یا سنجا ئیگا

نجم ہجر اور اوسپہ تپش کہ نصیب
مرض مین مرض دوسرا ہو گیا

ارمان شاہ علی پور جعفر علی حسرت است کہ سخنور معروف بود ؎

کون کہتا ہے اجی تم سے نہ گہر جاؤ تم
پر کوئی بات تسلی کی تو کرجاؤ تم

اسد میرامانی دہلی مولدم وظرافت پیشہ بود زانوے تلمذ پیش سوداتہ کردہ دیر اثنار راہ لکھنو از دست جور رہزنان نقد جان باخت ؎

جون تون اسد کو لائے تھے اوسکی گلی سے ہم — خانہ خراب راہ مین آکر بہل گیا
اسد اس جفا پر بتون سے وفا کی — مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

اسرار مرزا سپہر شکوہ ابن مرزا طہماسپ نبیرۂ مرزا سلیمان شکوہ عمر ہا در صحبت اولیاء کرام ماندہ بہرۂ وافی اندوخت از وست ؎

پھر محو خیال رخ جانانہ ہوا ہے — پھر شیشۂ دل اپنا پریخانہ ہوا ہے

اسعد مرزا اسعد بخت نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ ؎

تو اسعد غضب ہے کہ ہاتون سے تیرے — نہ تسبیح ٹھہری نہ زنار ٹھیرا

اسیر تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی مظفر علی خان خلف میر بدر علی موطن امیٹھی خوشباش لکھنو ست و مصحفی اوستاد او از یادگاران ریختہ گویان لکھنؤ ہمین باقی ماندہ است اوراست

مسجد کو میکدہ سے نہ زاہد بلا مجھے — تعجیل کیا ہے وقت تو آئے نماز کا
مے کہتی ہے خوشے ٹوٹتے ہین — توبہ کے نصیب پھوٹتے ہین
شیشہ ہاتھہ آیا نہ ہمنے کوئی ساغر پایا — ساقیا لے تری محفل سے چلے بھر پایا
آہ سوزان سے کچھہ امید ہوئی — یہہ ہمین خاک مین ملائیگی
ہوئی تکرار لیجانے مین کیا کیا جب لکھا نامہ — صبا سے نامہ بر بگڑا الجھا ہدہد کبوتر سے
بیگانۂ جہان ہمین عزلت نے کر دیا — کچھہ کچھہ کسی کسی سے ملاقات رہگئی

اسیر میر مکرم علی ولد میر کرم علی باشندۂ بریلی مقیم دہلی اوراست ؎

یہہ بہی کوئی ادا ہے کہ سو شوخیونکے ساتھہ — باتین ہین ہم سے اور نظر اغیار کیطرف

اسیر سید نہال نبی پسر غلام نبی احقر ست نسبت تلمذ با برادر خود سید آل نبی لاغر دارد از وست ؎

روز کے وعدون مین مرجائینگے ہم — یون ہی گذری تو گذر جائین گے ہم

بہتر نہین کسی سے یہہ ہر دم کی چہیڑ چہاڑ — کہتے نہ تہے اسیر وہ آخر بگڑ گئے

قاصد ڈرتا ہے مانگتے خط — ایسا نہو وہ جواب دیدے

اسیر گلزار علی پسر نظیر اکبرآبادی دیوانے گذاشتہ

خداکو یاد کر اور جام بہر کے لا ساقی — غم زمانہ فراموش ہو تو اچہا ہے

اشک مولوی ہادی علی خلف شیخ حسین علی از عمائد لکھنؤ ست مشق سخن از برق بہم رسانیدہ در ہر سہ زبان مہارتے دارد

دل ستم زدہ و یاس و حسرت و حرمان — انیس ہین یہی دو تین چار پہلو مین

اصالت سید فضل علی از اولاد سید وارث علی باشندۂ لکھنؤ امانت مصلح کلام اوست

بوسہ جو مانگتا ہون تو انداز و ناز سے — مجہکو دکہاتے ہین وہ انگوٹہا ہلاکے ہاتہ

اصغر ظفر الدولہ معتبر الملک رفیع الامرا نواب علی اصغر خان بہادر نام جنگ دستور ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی ابن مولوی علی اکبر از تلامذۂ خواجہ آتش کشمیری موطن و لکھنوی مسکن بود در سنہ ۱۲۷۶ طائر روانش از قفس قالب پرواز کرد در ہر دو زبان پارسی و ریختہ فکر میکرد مثنوی و دیوانے گذاشت از وست

بتا نہ کوچۂ گیسو مین ہے نہ پہلو مین — تمہین بتاؤ مجہے پہر کہان ہے دل میرا

نہین دیر و حرم سے کام ہم الفت کے بندے ہین — وہی کعبہ ہے اپنا آرزو دل کی جہان نکلے

اصغر تخلص سید اصغر علی ابن سرفراز علی نرسنگپوریست کہ درین ایام منشی سررشتہ اہتمام مطابع ریاست است در فارسی و انگریزی و ہندی مہارت دارد از وست

واہ رے شوخی کہ وہ کہتے ہین مجہسے لیکر دل — مضطرب ہو کس لئے کیا آپ کا جاتا رہا

کثرت یاس کو سو جان سے دیتے ہین دعا — آئے باقی ہی نہین دلمین تمنا کوئی

اظہر سید دار مرزا از شاگردان میرزا علیجان شفق متوطن لکھنو خوش باش کلکتہ این بیت از وست ؎

تمہارے کوچہ مین آجکی شب کٹی ہے ہمکو تڑپ تڑپ کے
خبر بھی تم نے نہ لی ہماری یہہ کوئی پتھر ہے یا جگر ہے

افسوس میر شیر علی پور میر مظفر خان ملازم نواب قاسم خان عالیجاہ از باشندگان نارنول تلمیذ میر حیدر علی حیران و میر سوز از نسل امام جعفر صادق بود دیوانے گذاشتہ

قفس سے چھٹنے کی امید ہی نہین افسوس
حصول کیا ہے جو مژدہ بہار کا پہونچا

کیا لکھون اوسکو مین احوال یہہ کہنا تھا بس
ہجر اسی کے سبب طاقت تحریر نہین

دیکھتے ہی اوسے حاضر ہوئے مرجانیکو
وہی غمخوار جو یان آئے تھے سمجہانیکو

کچھہ بات تم سے کر نہین سکتے ہزار حیف
مدت مین تم ملے بھی تو غیرونکے گھر ملے

افسر مرزا محمد دہلوی شاگرد مرزا قادر بخش صابر او راست ؎

محبت مین صبر و شکیب و قرار
ہر اک رفتہ رفتہ جدا ہو گئے

افضل سید افضل حسین خلف اسیر لکھنوی از والد خود اصلاح سخن میگیرد ؎

گلستان مین اگر آنا ہوا ہے کچھہ تو جی بہلے
ہنسو پہولو نسیم تم مین چھیڑتا ہون اُنکی بلبل کو

ادہر آئے اودہر صحن چمن سے فصل گل گذری
مقدر سے ملی فرصت نہ دو باتونکی بلبل کو

غذا خون جگر ہے جامہ اپنا رخت عریانی
عدم سے ساتھہ ہم لائے ہین اسباب توکل کو

افسون آغا حیدر برا حوالش آگہی دست نداد ؎

وصل مین ہجر کا ڈر ہجر مین امید وصال
وصل مین شاد یہہ دل ہجر مین محزون نہوا

کبھی مجنون کبھی مٹی کا بنایا فرہاد
اے صنم کھیل ہمارے یہہ لڑکپن مین سہے

عین مستی مین ہمین ساقی ہے توبہ کا خیال
توڑین ہم شیشہ تو آواز آئے استغفار کی

افضل سید افضل علیخان عرف سید صاحب خلف رشید قاسم علیخان قاسم

زاد بومش لکھنو ست و والد او مصلح کلام او از دست ؎

ہے وصف روے یار نہ لو نام ماہ کا — کیا ذکر اس مقام پہ اوس روسیاہ کا

جھانکتے ہین وہ روزنِ در سے — نقش دیوار ہم ہین ششدر سے

افضل منشی حسن یار خان بہادر المخاطب بہ اسد الدولہ ولد باقر علی خان از امرای لکھنو و از تربیت یافتگان خواجہ آتش است ؎

خنجر کا ذکر قتل مین میرے نہ کیجیے — لیتے نہین ہین نام چھری کا شکار مین

کرتا ہے آگے یار کے اکثر ہمارا ذکر — غمّاز گویا اپنی طرف سے وکیل ہے

افضل افضل علیخان ولد داروغہ اعظم علیخان اوراست ؎

پہلو مین بیٹھکر مرا دلشاد کیجیے — بندہ ہون رنج سے مجھے آزاد کیجیے

افغان الف خان مردے درویش خصلت بود زیادہ ازین آگہی ندارم ؎

پہلے قدم مین عشق کے میرا تو جی گیا — مجنون بہہ چند روز بھلا کیونکہ جی گیا

اکبر نواب محمد اکبر خان کہین برادر نواب مصطفےٰ خان شیفتہ از تلامذہ مومن خان بود از جودت طبع در مدت قلیل مشق سخن بہم رسانید ؎

سوجھی حضرتِ ناصح کوئی تدبیر وصال — حیف چارہ نکرے آپ سا دانا دل کا

خانۂ غیر مین گر لگنے لگا جی تیرا — ہمکو بھی اودھر سے آتا ہے لگانا دل کا

اکبر شاہ دیکھ کے دشمن کو ہنسدیا — اوس بیوفا کو مجھسے محبت کہین نہو

اکرام حکیم اکرام اللہ خان فرزند حکیم ہدایت اللہ خان دہلوی بود ؎

آرزو وصل کی مٹانی تھی — کیا ہوا گر مٹا دیا دل کو

الفت یکے از ساکنان مظفر نگر بود بیشتر ازین وقوف ندارم ؎

ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ زشت نصیب — سو آج کوچہ مین اوسکے ہوا بہشت نصیب

الفتی راجہ پیارے لال عظیم آبادی پارسی خوش میدانست ؎

[illegible] ۱۲۵۰

خاکساری سے مثالِ نقشِ پا	جس جگہہ بیٹھے وہین کے ہوگئے

الم محمد علی دہلوی از شیخ محمد ابراہیم ذوق باستفادہ پرداخت از وست ؏

نہ اٹھاتا تحمل اگر اوسکے نازکا تو پہر	آلم فریفتہ کیون اپنے نازنین کے ہوتے

اماحی خواجہ اماحی مسقط الراس او دہلی ست نور چشم خواجہ آتش در مرثیہ گوئی مہارت داشت در ۱۲۷۱ در مجلس عزا امام حسین ؑ از اندوہ و ملال جامۂ ہستی گزاشت ؏

گہیرا ہے مجہے غم نے عجب حال ہے جی کا	اے نالۂ دل وقت ہے فریادرسی کا
سینہ مین جدہر رو ہو ترا پہونکدے ای آہ	ٹک دل سے خبر دار کہ یہہ گہر ہے کسی کا

امانت سید آغا حسن خلف الرشید میر آغا رضوی لکہنوی از شاگردان دلگیر مرثیہ گو بود جادۂ رعایتِ لفظی بسیار می پیمود و اسوخت و دیوانے از و یادگار ست

گلوری غیر نے بہیجی جو نہین تو مینے کہا	سمجہہ کے کہائیو یہہ پان ہے لگاوٹ کا
نادان کی صحبت مین سر سوطرحکا دہڑکا	دل دون کسی نادانکو مین ایسا نہین لڑکا
خط اونکا دیکہے مجہکو نامہ بر دیکہہ ٹہا اگالی	کہا مین نے یہہ کیا اولا کہ پیغام زبانی ہے
جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہون نثار	بت کو بٹہا کے سامنے یادِ خدا کرون
رفتار کے چلن سے غضب دل لبہا لیئے	چہوٹے سے سن ہین یار بڑے تم ہو چالیئے

امراو علی خان نام متوطن کول و مستقیم اکبرآباد از علم بہرۂ نداشت اما فکر بلند نصیبش کردہ بودند ادراست ؏

دو دپہول گر کسی تے چڑہا کے اوڑادیئے	بادِ صبا کو گورِ غریبان سے لاگ ہے
نزع مین دیکہا تو بولے ضعف آیا ہی اسے	مرگ تک ہمسے رہین کا فرکی ٹہٹے بازیان

امیر نواب علی محمد خان از افاغنہ دہلی بود و پیوند تلمذ بہ قیام الدین علی قایم داشت انجمن مشاعرہ می آراست ؏

ہائے شوخی ترے رخسار کی ہنگام عتاب	جتنا بگڑے ہے تو اوتنا ہی سنور جائے ہے

بس مین آیا جو تمہارے او سے چاہو سو کرو | کیا ستم آدمی سہتا نہیں لاچاری ہین

امیر منشی امیر احمد خلف مولوی کرم احمد لکھنوی سلسلۂ نسبش تا حضرت شاہ مینا قدس سرہ
منتہی میشود زانوے تلمذ پیش منشی مظفر علی اسیر تہ کردہ آنا یقین نامہ نگار آنست کہ
کہ از استاد خویش گوے سبقت ربودہ امروز در رامپور باوستادی کار گیار
آنجا ملتبح و مسرور ست ترجمہ و کلام شان مفصلاً در طور کلیم گذشت از آنجا کہ او
از گرامی شعرای این زمان ست نبذے از ان ثبت افتاد او راست ؎

کہان وہ اہل وطن کی صحبت وطن کو چھوٹے ہوئی ہے مدت
کسی کسی کی ہے یاد دلمین خیال کچھ کچھ کہین کہین کا

قریب ہے یار روز محشر چھپیگا کشتون کا خون کیونکر
جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستین کا

رہ زخ کے سزادار نہ فردوس کے قابل
جو لوگ شمار صف محشر سے بڑھینگے

کریگا یاد اے غم سکو بعد مرگ تو برسون
کھلایا ہے جگر برسون پلایا ہے لہو برسون

دیر مین کون ہے کعبہ مین گذر کسکا ہے
یار کا گھر یہہ اگر ہے تو وہ گھر کسکا ہے

تیر پر تیر لگاؤ تمھین ڈر کسکا ہے
سینہ کسکا ہے مری جان جگر کسکا ہے

الہی وہ بھی دن آئے کہ پیلا ہاتھ محشر مین
کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامان پر

گلا کٹوا دیے لے لیکے اے دل پھر کہان یہہ دن
کبھی گردن ہو خنجر پر کبھی خنجر ہو گردن پر

ہین جب کہتا ہون اوس سے مجھکو تیری شرم ہے یار
تو شوخی سے حیا الزام رکھتی ہے چتون پر

ندامت سے عبث یہہ ابر این خشک رو تے ہین
چھپے گی رو سیاہی خاک اس پانی کی چادر سے

انجام عمدۃ الملک نواب امیر خان دہلوی از تلامذۂ رشادت پیوند مرزا بیدل
بود و با سلاطین صفویہ قرابت داشت در ۱۱۵۹ بدیوان عام دہلی از زخم سنان
وفات یافت او راست ؎

نعش میری دیکھکے مقتل میں یوں کہنے لگے
کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے پہچانی ہوئی

انشا میر انشاء اللہ خان خلف حکیم میر ماشاء اللہ خان مصدر تخلص مرشدآبادی مولد لکھنوی مسکن از ہواخواہان نواب سعادت علی خان بہادر بود چندے از مصحفی باستفادہ پرداخت سپس انحراف ورزیدہ در ہر فن دستگاہ کامل پیداشت علی الخصوص درسخن مذاقے خاص بہم رسانیدہ کہ دیگران را از وے نصیبے نبود از وست

آبخورے برف کے انشا کو بھیجے آپنے
اسکے یہ معنی کہ لو نقشہ تمہارا اٹھ گیا

اگرچہ شے پینے سے کی توبہ ہے پیتے ساقی
بھول جاتا ہوں مگر تیری مدارات کے وقت

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

کی ہیئے شب جو سہوا تعریف چاندنی کی
میری طرف سے اپنے وہ منہ کو موڑ بیٹھے

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم اچھا
لو ہم بھی نہ بولینگے خدا کی قسم اچھا

گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجیے
زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں

غصہ میں ترے ہمنے بڑا لطف اوٹھایا
اب تو عمداً اور بھی تقصیر کرینگے

چھبتی ترے مکھڑے پہ مجھے دور کی سوجھی
لا ہاتھ ادھر دیکھ بہت دور کی سوجھی

دو گھڑی دن سے کہا میں نے کہ کیا ارشاد ہے
سنکے بولے اب ہوا کہا بات تیری یاد ہے

انیس میر ببر علی ابن میر مستحسن خلیق نبیرۂ میر حسن متوطن دہلی مقیم لکھنؤ بود در مرثیہ گوئی شہرۂ آفاق است و در مرثیہ خوانی ہم یگانہ و طاق اما بر دیگر اصناف سخن دستی نداشت او راست

کل تو آغوش میں شوخی نے ٹھہرنے نہ دیا
آجکی شب تو نکل جاے مرے قابو سے

انیس امیر الدولہ نوازش خان از باشندگان دہلی بود نسبت تلمذ بمیر منون داشت اوائل در سخن گوئی مہارتے بہم رسانیدہ آخرش ترک کردہ او راست

آہ یہ کسکی یادگاری ہے
آج جو دلکو بیقراری ہے

باۓ موحّدہ

باقی مولوی سید عبد الباقی خلف مولوی سید سراج احمد النقوی السوسوانی در علوم عربیہ مہارتے دارد گاہے گاہے درکوے سخنوری پا میگزارد امروز بملازمت ریاست بہوپال اوقات عزیز خود بسر می برد او راست ؎

بڑہا جب دست وحشت آستین سے
کہین سے جیب لی دامن کہین سے

الماس گر نہین تو نمک ہی بہرا رہے
زخمون سے چھیڑ چھاڑ کا کچھ تو مزا رہے

بحر شاعر مجہول الحال است از گلشن بیخار بیتے برداشتہ آمد ؎

سو ذلتین اوٹھا کے ہم آخر سمجھ گئے
تم نے نہ اپنا بھید بتایا تو کیا ہوا

بحر شیخ امداد علی ابن شیخ امام بخش از سخنوران مستعد لکھنؤ بود و ناسخ اوستاد او در علم عروض و قوافی ید طولٰے داشت دیوانے از و یادگار است از وست

بتو خدا یہ نہ کہو معاملہ دل کا
برا بھلا یہین ہو جاۓ فیصلہ دل کا

کچھ ریاضت سے نہین پشت خمیدہ زاہد
بار عصیان وہ اوٹھایا کہ ہوئی چور کمر

جان نکلے ہجوم غم مین کیونکر
کچھ بھیڑ چھٹے تو راستا ہو

جو اس مقام پہ آیا ہے ہاتھ ملتا ہے
ہتھیلیون مین کسی آدمی کے بال نہین

بعد مدت مقرر وعدہ خلافی وہ ہوا
کھل گیا قفل دہن یار کا جھوٹا ہو کر

بحر مرزا ابلاقی فرزند شاہزادہ نصیر الدین بہادر دہلوی تلمیذ مرزا پیارے رفعت از افکار اوست ؎

لب تک بھی میرے وا نہین ہوتے کہ کچھ کہون
منہہ دیکھتا ہون مین دم گفتار آچکا

اپنی ہی پرسش مین ہوگا ختم وہ ہنگامہ سب
گر قیامت مین ہمارے حال کا دفتر کھلا

گھٹا نہ خاک ہوئے پر بھی کچھ وقار اپنا | ہمیشہ دوش صبا پر رہا غبار اپنا

مین اگر جاؤن تو نکلے مطلب دل کچھ نہ کچھ | سیر اجانا اور ہے قاصد کا جانا اور ہے

تو نہ آتا تری آواز تو آیا کرتی | گھر ہی قسمت سے ترے گھر کی برابر نہوا

چارہ گر کھینچ لے اس دلکو بھی پیکان کے ساتھ | گر یہی دل ہے تو دل بھی نہین درکار مجھے

بادر میر بدر الدین از نام آوران کرنال بود گویند کہ از شجاعت و تہور نصیبے وافر داشت اوراست ہ

کسکا خواہان ہے کہ دل قافلہ اشک کے ساتھ | دمبدم سینہ سے آنکھون مین چلا آتا ہے

برق فتح الدولہ بخشی الملک مرزا محمد رضا خان بہادر فرزند مرزا کاظم علی از تلامذۂ رشادت پیوند شیخ ناسخ در ۱۸۵۶ء ہمراہ رکاب واجد علیشاہ در کلکتہ فرود آمد وہمین جا نقد حیات بہ اجل سپرد دیوانے ازو یادگار عالم ست ہ

پردہ تو پردہ او سنو لن ترانیان | آتے نہین ہین خواب مین شرما کے سامنے

دیکھیے حالت دل دردسے کیا ہوتی ہے | روح نام شب فرقت سے فنا ہوتی ہے

مین جو روتا ہون تو کہتے ہین مجھے ہنس ہنس کر | جو کرے عشق یہی اوسکی سزا ہوتی ہے

برق قاضی نجم الدین ساکن سکندر آباد فکر صائب دارد اوراست ہ

کیا کیا اوڑی ہین جیب و گریبان کی دہجیان | ہاتو نے جبکہ یار کا دامن نکل گیا

ہم سمجھتے تھے کہ جنت مین لگے گا کیا جی | بارے کچھ اوسمین تو نقشہ ترے گھر کا نکلا

رشک رقیب حسرت وصل آرزوی مرگ | صدمہ ہے کونسا جو مری جان پر نہین

برکت برکت علی خان از خاکدان خیرآباد است زمانے بہ مختاری راجہ پٹیالہ گذرانید آخر الامر بسبب اتحاد ناظم دہلی مرجع و مآب ارباب دہلی گشتہ روانی از کلامش پیداست ہ

پہونچے آسیب نہ اوسکو کہین دلگیر نہو | نالۂ شب مین الٰہی مرے تاثیر نہو

دلِ بیتاب کسیطرح سے ٹھیرا ہے کوئی
مجھے سمجھائے کوئی یا اوسے سمجھائے کوئی

تصور مین ترے گر کوئی چھیڑے ہے تو کہتا ہون
ذرا دم لو کوئی آیا ہوا جاتا ہے قابو سے

بسمل محمد عبد الحکیم ابن حکیم پیر بخش برادر زادہ صہبائی در پارسی عبارتے تمام و در ریختہ دستگاہ تمام دارد و سخنگوے ذی اعتبار است و شاعر ریختہ کار او راست

نہ آشنا بدگمان ہو تو نہ تڑپینگے نہ تڑپینگے
خدا کیواسطے منہہ کھول زخمون پر نمک اونکا

تعجب ہے تمہاری شان سے کچھ چال تو کیجے
کہان تم حضرت بسمل کہان مستہ بیابانکا

لائیے گا سر پہ دیکھیے کیا کیا قیامتین
رخ سے ہٹا ایک اوسکا اولٹنا نقاب کا

دیر و حرم مین جا کے جو دیکھا بچشم غور
پایا کچھ ایک رنگ عذاب و ثواب کا

شیخ جی کو برا بتاتے ہو
اسکا تلو مزا چکھائینگے ہم

بسمل سید جابر علی رئیس چنارگڈھ در سرکار راجہ بنارس متعلق بود از وست

ہر دم مجھے نیاز اوسے ناز ہی رہا
انجام کار عشق کا آغاز ہی رہا

تیری ہی یاد ذکر ترا ہی ہر آن تھا
گویا اسی لئے مرے منہہ مین زبان ہے

بسمل حافظ محمد حسین ولد حافظ محمد بخش از باشندگان دہلی و تلامذہ مرزا صاحب او راست

نہ آویگا یہان تک اور نہ مطلب کے لئے ہونگے
نہ سمیٹے گا قیامت تک کبھی دامن تمنا کا

ہم بسمل کیون نہ مجھکو چھوڑتا ہنگام ذبح
یار کو میرے تڑپنے کا تماشا ہو گیا

ہم گرد تھے دلکو لیئے وہ طلب کرتے ہین بار بار
دلکو کیا رہتے تھے تم ایسا انکار رونا ہو

دل تو نے ہم سے او بت کافر اوٹھا لیا
اس ناز کی ہین بوجھ یہ کیونکر اوٹھا لیا

بسمل مرزا عنایت علی ولد مرزا سعادت علی از بہرہ اندوزان خرمن صحبت آتش بود دیوانے گذاشتہ

جفائیں سہتے ہین جور و ستم اوٹھاتے ہین — ہمین ہین یار جو تجھسے نباہ کرتے ہین
نہ آتے عشق اگر آگاہ ہوتے عادت دل سے — گذر جاتا ہے آسانی سے اور چہٹنا ہی مشکل ہے

باسط صفدر علی بیگ فرزند مرزا افضل علی بیگ باشندۂ دہلی اصلاح سخن از مرزا صابر میگرفت و درمیان دستگاہے قوی داشت اوراست ؎

روز ہے اوسکو میرے قتل کی فکر — غیر سے دہیان ہے سوا اپنا
کچھہ نہ پہچانا پتا رہی ہی سوز غم کے ہاتھ سے — سنگیا گر آبلہ اک داغ پیدا ہوگیا
سینے کیا ناصحونکی باتونکو — اب وہ اپنا نہین دماغ رہا
توبہ تو مدت سے کی تہی ہمنے پر اسے شیخ اب — ہوگئی مے کی ہوس کچھہ ابر و باران دیکھکر
سب کہین رن بندۂ خدا ایسے — ان بتونکے ہی گہر خدائی ہے

بتو نام زنے خانگی از سکونت وزران شاہجہان آباد از حلیۂ حسن و جمال آراستہ بود بیتے ازو بدست آمد ؎

موت پر بس نہین چلتا ہی کرون کیا ورنہ — تو نہین ہے تو نہین زیست گوارا مجھکو

بہادر رن بہادر سنگہ نقد فتح بہادر سنگہ از باشندگان اکبر آباد است و تلامذہ مرزا حاتم علی مہر ؎

ایک دم بہی جدا نہین ہوتا — کیا محبت ہے درد کو دل سے

بہار منشی ٹیک چند جامع لغات بہار عجم از اقامت گزینان دہلی بود و با سراج الدین علی خان آرزو نسبت تلمذ داشت اوراست ؎

وہی اک ریسمان ہے جسکو ہم تم تار کہتے ہین — کہین تسبیح کا رشتہ کہین زنار کہتے ہین

بہار مرزا علی خلف مرزا حاجی علی بیگ لکھنوی بیشتر در مرثیہ گوئی انہماک داشت و احیاناً بہ تغزل ہم میل میکرد و رشک کربلائی باصلاح گفتارش می پرداخت

رد کون حضور کو مین یا تہام لون کلیجہ — پہلو سے آپ اوٹھے اک درد اوٹھا جگر مین

بیان خواجہ احسن اللہ دہلوی مسکن از تلامذۂ مرزا مظہر رح بود با مولانا فخر الدین رح باستفادہ باطنی پرداخت در حیدر آباد تعلق ملازمت داشت از انجا بعدم آباد شتافت از نتایج افکار اوست ؎

قفس میں میں نے ہائی کے لیے کیا کیا نہیں کرتا
تڑپتا ہوں پھڑکتا ہوں کوئی پروا نہیں کرتا

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی
ظالم یہہ تری نگاہ کیا تھی

وصل کی شب کا ماجرا کیا کہوں تجھسے ہمنشین
شام سے لیکے صبح تک وہ ہی نہیں نہیں ہی

بیباک میر نجف علی عربی سوطن کولوی مولد از احفاد امام موسی کاظم سفر بود و با مصحفی واسطہ تلمذ داشت اوراست ؎

ایکسا دن ہو تو کوئی صبر کرے
روز کے انتظار نے مارا

داد خواہو نسے گھر گئے رستے
اوسکا جسکو یہہ سیر گزار ہوا

بیتاب خدا وردی خان از شاگردان میر نظام الدین ممنون وگاہے ظریف ہم تخلص می نمود اوراست ؎

مجھسے وہ ہر دم کہے ہے اپنا خنجر دیکھکر
قتل کیجے تجھکو جی چاہے ہے اکثر دیکھکر

بیتاب عباس علی خان ابن نواب عبد العلیخان از نواب زادگان رامپور ست امروز جہان آباد از نور وجودش منور ست از مومن خان سرمایۂ استفادہ اندوختہ ؎

داد سے روز جزا کے بھی رہونگا محروم
یہہ نظر آئی ہے طول شب ہجران مجھسکو

بیخواب تخلص شاعریست کہ گوشہ از حال او اطلاع رونداد ؎

مرنا تجھکو یان نہ آتا تھا
روٹھنے کا بھی اک بہانا تھا

بیخود سید ہادی علی ولد میر ناصر علی سحر از خواجہ وزیر باستفادہ پرداخت و در لکھنؤ اقامت داشت مثنوی و دیوانے گذاشت ؎

نہ تمہیں رحم کی عادت نہ اسے صبر کی خو
تم بھی مجبور رہو بندہ کا بھی لاچار ہی دل

جدا ہو نہ پہلو سے اے درد عشق
بہلتی ہے تجھ سے طبیعت مری

کیا میں نے شکوہ تو برہم نہ ہو
تمہیں نے بگاڑی ہے عادت مری

بیدار میر محمد علی معروف بہ میر محمدی دہلی نژاد بود و بہ تلمذ مرتضیٰ قلی خان فراق بہرہ ہا ربود و آنانکہ از تلامذۂ ثنار اللہ فراق نوشتہ اند بہ غلط رفتہ اند وے در اکبرآباد قالب تہی کرد گفتار ریختۂ او یادگار روزگار است ؎

ہم خاک بھی ہو گئے ولیکن
جی سے نہ ترے غبار نکلا

بھر اللہ مثل نگین زخم یہ مہر دل کا
کہ تا ہمیشہ رہے نام تیرے قاتل کا

ہم تری خاطر نازک سے خطر کرتے ہیں
ورنہ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں

شکوۂ کم نگہی آنکھوں سے اوس کے نکرو
گفتگو خوب نہیں مردم بیمار کے ساتھ

اب تک مرے احوال سے وان بیخبری ہے
اے نالۂ جانسوز یہ کیا بے اثری ہے

ربط جو چاہئے بیدار سو اوس سے معلوم
مگر اتنا کہ ملاقات چلی جاتی ہے

بیدل حکیم غلام حسین ابن خواجہ محمدی خان باشندۂ دہلی شاگرد عبدالرحمن خان احسان این چند اشعار از افکار موزون اوست ؎

جان تو ہو کے خفا جب مرے گھر سے نکلا
ٹکڑے ٹکڑے ہو کے جگر دیدۂ تر سے نکلا

دل کر چکے پہلے ہی نشانۂ غم فرقت
اب کیا ہے ارادہ جو یہی ناز و ادا کا

بتوں سے ملتے ہو راتوں کو بیدل
تمہیں یہ دن لگے قدرت خدا کی

بیمار شیخ علی بخش از مشاہیر سخنوران سنبھل مرادآباد بود از مصحفی باستفادہ گفتار پرداخت سلسلۂ ملازمت بہ رامپور افغانان داشت اوصاف او مستغنی از بیانست پرواز طائر خیالش بالاتر از گمانست قوت بیان و لطف زبان او اگر از میر و مصحفی بیش نیست انہم نتوان گفت کہ کمتر است ہان تقدم زمانے و تجدد زبانے چیزے دیگرست از نغز گفتار اوست ؎

لب جو کون سیر کو آیا	موج منہ چومتی ہی ساحل کا
جس کسی نے دل دیا اونکو چہپے چوری دیا	ایک مین کمبخت نادان تہا کہ رسوا ہوگیا
موت سے بہاگنے لگے بیمار	کیا اوسے تم شکستہ پا سمجھے
حال دل بیمار نہین ضبط کے قابل	لیکن وہ زبان مجھکو ہلانے نہین دیتے
نصیب ہمکو ملا سنگ رہگذر کا سا	کہ ٹہوکرو نہین رہا سر کا عمر بہر کا سا
مسجد مین پیا شراب پڑہی دیر مین نماز	بیمار کو شعور کسی بات کا نہین

تا فوقانی

تابان میر عبدالحی دہلوی از شاگردان سودا بود و از اولاد موسی رضا عالی پایہ شمع جمال او بود و جہانے عقیدتمند کمال او در عنفوان شباب چہرۂ ہستی در نقاب عدم پوشید از وست

غم وصل مین ہی ہجر کا ہجران مین وصل کا	ہر گز کسیطرح مجھے آرام ہی نہین
بیان کیا کرون ناتوانی مین اپنی	مجھے بات کہنے کی طاقت کہان ہے
کرون دعوی خون مین قاتل سے اپنے	کب آئیگی یارب قیامت کہان ہے

تابش محمد جعفر الہ آبادی متوطن دہلوی سکن علایق دنیوی را یک گوشہ نہادہ گوشہ نشینی ورزید سخن دلپذیر میگفت

کبہی بن بادہ رہ نہین سکتے	توبہ کچہہ ہمکو سازگار نہین
دلمین خوش ہین عدو سے پر اسے تابش	وہ ستمگر کسی کا یار نہین

تپش یوسف علی از خوش سوادان دہلی با مرزا قادر بخش صابر نسبت تلمذ دارد از نتیجۂ افکار اوست

غصہ اوٹھا اوٹھاکے یون ہی بار بار کا
اے دل مزاج تونے بگاڑا ہے یار کا

اضطراب دل سے کہتے ہین تپش نے جان دی
روز کے جھگڑون سے چھوٹا مر گیا اچھا ہوا

بےطرح پھنس گیا ہے مصیبت مین سمجھ و
آتا ہے رحم اس دل ناکردہ کار پہ

اک روز اسے تپش کوئی آفت اوٹھائیگا
حسرت سے دیکھنا یہہ اودہر بار بار کا

تپش مرزا محمد اسمعیل عرف مرزا محمد جان بن مرزا یوسف بیگ اصلش از بخارا است و مولد او دہلی سید جلال بخاری از بزرگان اوست میر درد را تلمیذ رشادت پیوند است ہمانا ذہنش رساست و فکرش بلند اوراست ؎

کچھ ترے سلیقے سے پھنسے ہم نہین صیاد
لائی ہے ہمین دام مین تقدیر ہماری

کس کی طرف سے آج تپش تجھکو یاس ہے
سچ کہہ ہمارے سر کی قسم کیون اوداس ہے

تجلی میر محمد حسین و بقولے میر حسن المعروف بہ میر حاجی خلف میر محمد حسن کلیم میر تقی را ہمشیرہ زادہ و تلمیذ رشید بود در دہلی نشو و نما یافتہ از ہمانجا بعدم شتافت طبع جولان و فکر رسا داشت مثنوی لیلی و مجنون از فارسی بریختہ آوردہ از وست ؎

مری وفا پہ تجھے روز شک تھا اے ظالم
یہہ سر یہ تیغ ہے لے ابتو اعتبار آیا

عشق مین کرتے ہین بدنام تجلی کو عبث
وہ بیچارا کبھی اوس کوچے مین آیا نہ گیا

جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی
ملنے کے دن جو آگئے تو اب رات کم ہوئی

حال تیرا اوسنے کیا کہتا تجلی مین بھلا
وہ تو تیرے نام ہی کو سنکے شرمانے لگے

تجمل حکیم تجمل حسین خان دہلوی منشا فرزند نواب غلام رسول خان از تلامذہ آغا جان عیش بود ؎

بعد فنا جنازہ پر آیا نجائے گا
اون سے تو خاک مین بھی ملایا نجائیگا

تجمل از شعرا لکھنؤ بودہ است برنام او آگہی ندارم بیتے از وے شنیدہ آمد ؎

جبکے گھر لیکے مین یہہ دیدۂ تر بیٹھ گیا
اوٹھتے اوٹھتے مرے آخر کو وہ گھر بیٹھ گیا

تحیر غلام مصطفیٰ یا صرف مصطفیٰ اعلی اختلاف الاقوال فرزند شاہ رفیع الدین قدس سرہ از گرامی زادگان دہلی بود اما برعکس خانوادہ خودش از علم و فن چندان حظے نداشت گاہ گاہ در سخن فکر میکرد ؎

فکر اطفال کو ہے سنگ اوٹھالانیکی — آمد آمد ہوئی شاید ترے دیوانے کی

تحسین محمد حسین خان دہلوی مالک مطبع مصطفائی طبع ہموارہ دارد او راست

جب بت سے نہ راضی ہون تو تنہا نہ سہی کیا کام — تحسین چلو کعبہ کو جھگڑا ہے کہان کا
تحسین اونکو دیکھنے جاتے تو ہو مگر — ایسا نہو کہ جان کو دیہی پہر عذاب ہو
ہوئے ذلیل تو عزت کی جستجو کیا ہے — کیا جو عشق تو پہر پاس آبرو کیا ہے
اگر نہین ہے تجھے ذوق میکشی تحسین — تو تیرے ہاتھ مین یہہ ساغر و سبو کیا ہے

ترقی اسد الدولہ آغا محمد تقی خان بہادر بن سید محمد امین خان نیشاپوری متوطن فیض آباد ی مسکن از شاگردان میر سوز بود دیوانے گذاشت ؎

در و دیوار سے آتا ہے نظر جلوہ دوست — آئینہ خانہ مرا گوشۂ تنہائی ہے
اوس نے تو کچھ یہہ دکہایا ہی کہ جی جانے ہے — پر مزا مین نے یہہ پایا ہے کہ جی جانے ہے

تسلی ٹیکا رام ولد گوپال رائے بخشی وزیر الممالک وطن اصلی او اٹاوہ بود و مولد او لکھنؤ در پارسی بمرزا فاخر مکین و در ریختہ با مصحفی مشورت داشت او راست ؎

گو دلمین خفا ہے تو پر اس بات کو نا ٹالنا — کچھ بیٹھ رہیو بت عاشق دلگیر کے منہہ پر
اب بھی اس نیم جان مین کچھ ہے — فائدہ امتحان مین کچھ ہے

تسلی میر شجاعت علی دہلوی مولد از تلامذۂ نصیر بود در اواخر عمر لذات دنیا را ترک گفتہ ؎

مجھے بدنام عبث لوگ اوسے کرتے ہین — ہمنشین وہ تو مرے پاس نہ آیا نہ گیا

تسلیم شیخ مہدی بخش از سکنائے سارن پور شاگرد الفت حسین فریاد دیوانے دارد

ہمارے داغ دل و چشم گریان دیکھتے جاؤ
چمن کی سیر کرلو ابر باران دیکھتے جاؤ

تسلیم حاتم خان از افغانان رامپور است و در زمرهٔ تلامذهٔ شیخ علی بخش بیمار مشہور طبع سلیم و ذہن مستقیم دارد و راست ہ

پہلے اے غنچۂ گل موہنہ تو ذرا ہنوا لے
کیجیو پھر دہن یار سے نسبت پیدا

تسلیم شیخ امیر اللہ خلف مولوی عبد الصمد فیض آبادی نسیم دہلوی باصلاح گفتارش پرداخته در مثنویات نصیبے وافر ازان اوست و در نستعلیق خطاطے ست ممتاز مثنوی شام غریبان یکسره ملاحظہ نمودم لطفیکہ بخشید نتوانم گفت گویند کہ وے امروز بملازمت سرکار والی رامپور بسر می برد از وست و خیلے نکوست ہ

اجل خفا ہے فلک مدعی زمین دشمن
مرا جہان مین کوئی نظر نہین آتا

ہین عاشق اپنے مطلب کی کہین گے
تمنا کیا ہماری مدعا کیا

اک دور سرسری ہین نہ گل ہے نہ ہے چمن
بھولی ہوئی ہے کس پہ نسیم بہار تو

تسلیم منشی محمد انوار حسین ابن منشی احتشام الدین از نام آوران سواد سہسوان است از مدتے اقامت لکھنؤ ورزیده در فن تاریخ گوئی عدیم المثل ست اصلاح سخن از بیمار می گرفت اکنون مصلح گفتار دیگران ست بسوے پارسی بیشتر میل خاطر دارد شنیدم کہ کلام ریختہ خود را بہ تلامذه قسمت کرده است ہ

مانند ابر اشک سے دامن بھگوئین کیون
اک بوند آبرو بہا وسے ہم ڈبوئین کیون

بہتر ہے مر رہین کہ ٹلے سر سے بار عشق
انصاف کی ہے بات کہ بیگار ڈھوئین کیون

مجھسے وحشی زیادہ سمجھے آپ
قدردان شاخ کیا ہرن ہین ہے

تسکین میر حسین دہلوی از اولاد میر حیدر قاتل فرخ سیر بود سخن بمشورت شاه نصیر و مومن خان می گفت در سنہ ۱۲۶۸ھ انفاس زندگانی بسر برد از بلند خیالات اوست ہ

ہمکو ہر دام مین لازم ہے پہنسا نا دل کا — سیکہے ہین تیری لگاوٹ سے لگانا دل کا

وحشت اب لائش کو لے بہاگیگی — تنگ ہے گور سے گہر یاد آیا

کوچہ یار مین مین نے تسکین — پاؤن رکہا تہا کہ سر یاد آیا

سہل سمجہے ہوا سکا آجانا — تمنے تسکین دلکو کیا جانا

قاصد آیا ہے وہانسے تو ذرا تہم تو سہی — بات تو کرنے دے اوس سے دل بیتاب مجہے

دیکہے جاتے ہی چلی جان یہ جلدی کہ نہ پوچہ — صبر بہی چند قدم پیچہے رہا جاتا ہے

دیکہتے ہی شوق نے ایسا کیا بے اختیار — حال دل کہنے لگے ہم یار کی تصویر سے

تشنہ محمد علی در دہلی توطن دارد مرزا جان عیش و ذوق را اوستاد خویش
می شمارد از وست ؎

نہون وہ لب جو کہلین شکوہ جفا کے لئے — وہ ہاتہ ٹوٹین جو اوٹہین کبہی دعا کے لئے

ہوئی تہی ایسی کہان کی صفائی اوس بت سے — کہ آسمان نے عوض خاک مین ملا کے لیے

تصور نبی بخش نواسۂ شاہ نصیر دہلوی در عین شباب بعدم آباد راہ بر داشت ؎

کس نے کہا تہا تجہ سے تصور کہ اوس سے مل — دل اپنا دیکے آپ تو مجبور ہو گیا

خواب کا بس کیا چلے اس دیدہ بیدار پر — چور کو آتے نہین دیکہا کبہی ہشیار پر

تصور سید حیدر حسن خان باشندہ بلدہ پہلواڑہ سلسلۂ نسبش تا امام زید شہید
میرسد رحمۃ اللہ علیہ با جرأت تلمذ داشت بعض ارباب تذکرہ بجاے حیدر حسن احسان حسین
ولد حیدر حسین نگاشتہ اند واللہ اعلم از وست ؎

شب ہم جو ذکر ہجران وصل مین ہونے لگے — وہ اودہر رونے لگے اور ہم ادہر رونے لگے

رونا کو کی موقوف کرین ہین مری آنکہین — جب تک نہ تسلی کو دل آئے جگر آئے

تصور گر مجہ شی یار کی مجہکو رلاتی ہے — بہت گرمی کا ہونا مینہہ برسنے کی علامت ہے

تصویر بستی از باشندگان دہلی بودہ از انقلاب زمانہ پیشۂ نیچہ بندی ذریعہ معاش

خود کردہ اگرچہ ناخواندہ بحث بود اما فکر رفیع و ذہن رسا داشت ؎

خدا نا آشنائی پر تو ہین لاکہون دل و جان سے — اگر وہ بت کسیکا آشنا ہوتا تو کیا ہوتا
کر آج بہی نزاکت آنے تمہین نہ دیتی — کچہہ اور تہا ارادہ یان جان ناتوان کا
ہمکو کرنا ہی نہین شکوہ بیجا و بجا — اب تمنا ہی تری دلسے اوٹہا دیتے ہین
مین باز آیا تمہاری دوستی کی ان نگاہون سے — مجھے بہی یون ہی دیکہو دیکہتے ہو جیسے دشمن کو

تعشق مولوی سید محمد از اکابر شاہجہان آباد بودہ در علوم متداولہ دخل متکاثر داشت و بفن طب قدرت وافر بحکیم قدرت اللہ خان قاسم عرض حی نمود او راست

تو اسے پیمان شکن وعدہ پہ کب آیا سیر گہر آیا — سدا سنتے رہے یون ہی کہ شام آیا سحر آیا
کس پری سے ہے تعشق کر مجوشی اندنون — پہر فزون ہمکو نظر آتی ہے وحشت آپکی

تمکین میر سعادت علی عظیم آبادی موطن دہلوی مسکن از وست ؎

درد و غم رنج و اضطراب و قلق — حال کیجے بیان تو کس کس کا
نام تمکین ہوا تو کیا ہمدم — راتدن بیقرار رہتا ہون

تمکین مولوی غلام بتول خان خلف مولوی غلام رسول خان بہادر زاد بومش میدنی پور بر عہدہ ہاے جلیلہ از سرکار انگریزی سرفراز گشتہ این بیت از وست ؎

لن ترانی کے سوا اوسکی زبان پر کچہہ نہین — اوس ستمگر نے سنا ہے جیسے قصہ طور کا

تمنا تخلص شخص مجہول الحال است جز اینکہ از باشندگان کلکتہ است اطلاع ندارم

صبا یہہ کہنا خدا بچا لے فقط ہین اب آخری سنبہالے
گزرتے ہین ناز اوٹہانیوالے جو دیکہنا ہو تو آکے دیکہو
سفر بسرعت ہوا اس جہان سے کوئی کہے بڑہ کے کاروانسے
قدم اوٹہا کے چلو یہانسے کہ یہہ جگہہ ہے روا روی کی

تنویر خدا بخش خان دہلوی مسکن از شاگردان قطب الدین ہمراز ابو ظفر بہادر شاہ

بوده است ؎

خدام حشر اپنے گریبان کرینگے چاک
یون ہی چلوگے وان بھی جو دامن سنبھالکے

تنہا محمد عیسیٰ مولدش دہلی و منشاش لکھنؤ ست اکتساب سخن از مصحفی کرده او راست

غیر سے شکوہ مرا بس دیکھی دانائی تری
مین ہوا رسوا تو کیا ہوگی نہ رسوائی تری

توقیر عبد القادر پنجابی الاصل دہلوی مسکن مردے ظریف و لطیف طبع بوده است

توقیر دل رمیده پھر آواره ہوگیا
کس نے سنا دیا اوسے موسم بہار کا

مجھکو کیون دیکھا بت نا آشنا کو دیکھکر
ناصحو دیکھو کہ کچھ کہنا خدا کو دیکھکر

انتظار نامہ بر مین اسقدر بیہوش ہون
جان تن مین آگئی پیک قضا کو دیکھکر

تہور مرزا غلام فخر الدین برادر مرزا صابر بود با حافظ عبد الرحمن خان احسان نسبت تلمذ داشت و گاہے از مومن اصلاح سخن میگرفت در آغاز جوانی نقد جان با جل سپرد

سنتے ہی نام غیر تہور یہی ہے غضب
اوس جنگجو سے لڑنے کو تیار ہوگیا

اب ہے کیا باقی جو ہے کا وش تری سیت درجنون
چاک داماں ہوگیا ٹکڑے گریبان ہوگیا

پھر خدا لاے اوسے یاد تن بے تقصیر
کیا تہور بے تکلف یار تھا

تیمور مرزا سعادت سلطان دہلوی ابن قادر بخش تلمیذ مرزا صابر و احسان ؎

اس سادہ مزاجی پہ بھی مرتے ہین ہزارون
اللہ رے عالم ترے بیساختہ پن کا

ثا مثلثہ

ثابت شیخ ثابت علی فرزند شیخ محمد علی ساکن نواح پورب ملازم راجہ بھرت پور بود او راست ؎

آنیکی کسیکی کیا خوشی ہے
جان لب پہ ٹھہر گئی ہے آکر

ثاقب مرزا مہدی ابن مرزا انور علی بیگ شاگرد ناسخ و ارشاد محسن الدولہ ہ

تکیونکر صاف ہوں بعد شہادت بین تنگ سے — غبارِ دل مرا قاتل لیے دہویا آب خنجر سے

ثاقب نواب شہاب الدین احمد خان خلف ارشد نواب ضیاء الدین خان بہادر رئیس لوہارو تلمیذ رشادت پیوند مرزا غالب سخن عاشقانہ میگفت ہ

نہیں عقل سے عشق خالی کہ انسلیں — بڑے تجربے ہمکو حاصل ہوئے ہیں

چیر کر سینہ کو دل دیکھتے ہیں قتل کے بعد

اک چھری تیز لگی رہتی ہے تلوار کے ساتھ

فکرِ وصال و ہجر کا صدمہ اوٹھایئے — اس چند روزہ زیست میں کیا کیا اوٹھایئے

ثاقب وہ ضبط اشک کو سمجھے ہیں یعنی — یہہ روئیے کہ شورشِ دریا اوٹھایئے

ثبات مہر علی متوطن پٹہ یانہ مقیم دہلی از دولت جمال و کمال بہرہ ور است از قوت حافظہ ہمہ کلام میر و سودا نوک زبان وار دادر است ہ

دیکھا جھکے تو ہوکے خفا غیر سے کہا — اس بزم میں ہر ایک کو آنا نہ چاہیئے

کھل جائیگا دہان کسو ناکس پہ رازِ عشق — اے دل اس اضطراب سے جانا نہ چاہیئے

ثمر احمد سعید فرزند سعد اللہ خان از ارباب دہلی ست علاوہ فن سخن از علم فقہ بہرہ تمام دارد از وست ہ

مثال آئینہ ہے کھلی حقیقت حسن — کہ ہمکو دیکھ کے اپنا تجھے غرور رہا

نگاہ گرم کا ہی تیری کچھ اثر اولٹا — کہ غیر پر پڑی اور دل جلا دیا میرا

نگاہ مست سے ساقی کی یہہ سرور رہا — کہ دل سے حسرتِ مے کا خمار دور رہا

خلش مژہ کی تھی کم کہ میرے زخموں پر — تبسم لبِ دلبر نمک فشان ہوتا

جیم تازی

جانصاحب میر یار علی بن میرامن لکھنوی از ارشد تلامذۂ عاشور علیخان بہادر همه در ریختی فکر میکند و جز این بر دیگر صنف سخن قادر نیست مگر در فن خود نظیر ندارد اگر راه انصاف پویند غیر ازین نگویند که اندرین باب از رنگین و انشا پیش قدم است وے از مدتے بقدر دانی رئیس دررامپور پاے اقامت افشرده او راست ؎

شانین الدہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا — جیسے بسم اللہ پہاٹک ہے تیرا قرآن کا

جس مردوے کے پیچھے مرا گہر ہوا تباہ — برسون کے بعد پہر وہی آلو نظر پڑا

نہ پھینکا ٹہیلا نہ کہنکارے چپ چلے آئے — کسلیے گہر مین کوئی بنخط نہین آتا

یہہ بدگمان ہے دل اوس نگوڑے نٹ کہٹکا — لگا یا جینے جو سرمہ موئے کا دل کہٹکا

مجھے نفرت ہی صورت سے نگوڑے جانصاحب کی — وہ اوسکی شکل کیا ہے ای بوا قربان کی صورت

نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے متاعی رنڈیکو گہر مین ڈالا

بنا یا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو ڈھا کر

ایک پر بیٹھہ رہون اور کسی سے نہ ملون — ایسے بندی نے کبھی ہی نہین اقرار کہین

پاس اوسکے گر نجاؤنین تو لوگو کیا کرون — چین ہی لینے نہین دیتا نگوڑا دل مجھے

جانی بیگم جان عرف بہو بیگم اہلیہ نواب آصف الدولہ بہادر از گفتار اوست ؎

دل جس سے لگا یا وہ ہوا دشمن جانی — کچھہ دل کا لگانا ہی ہمین راس نہین ہے

جرأت شیخ قلندر بخش فرزند حافظ امان دہلوی اقامت گیر لکھنئو بود جعفر علی حسرت اوستاد او در موسیقی دستگاه کامل داشت در نوزده سالگی بصارتش زائل گشته بنا بر علیه خانه نشینی گزید سخن بر اسلوب شایسته میگفت الحق اوستاد قیامت کار است و خداوندگیتی ریختہ گفتار در سنہ ۱۲۲۵ھ از کشاکش آخشیجان وارست از نادر گفتار اوست ؎

کیا کہین جل ہوسے پر ہی زبانسے اپنی — حرف مطلب نہ کوئی خوف کے مارے نکلا

ہوا ہے حال اب تو یہہ ترے بیمار ہجر انکا
کہ جس نے کھول کر منہ اوسکا دیکھا بس وہیں چیخا نکلا

دم مارتے نہیں اور اوٹھاتے ہیں ظلم یار
اپنا جو اک مزاج پڑا ہے نباہ کا

تیرے مریض غم کی زبان پر نہیں کچھہ اور
اک تار بندہ گیا ہے فقط آہ کا

دلکو تھامے ہو چپکا سا ہی کیوں کہہ تو سہی
جرأت اک بات بہی کرنا تجھے دشوار ہی کیا

کیا لڑکپن کا ہی عالم اوس بت نادان کا
بھولی بھولی صورت اور اوسپر وہ بالا کان کا

تماشے کو نکل آتا ہے وہ رشک پری گھر سے
مزا دکھلا رہا ہے اندنون دیوانہ پن اپنا

ناصحو آپ میں جرأت نہ رہا
اب سمجھکر اوسے سمجھائیے گا

کیجو زمین سے قبر برابر مری کہ میں
کشتہ ہوں ایک پردہ نشین کے حجاب کا

ق

کل واقف کار اپنے سے کہتا تھا وہ یہہ بات
جرأت کے جو گہر رات کو مہمان گئے ہم

کیا جانیئے کمبخت نے کیا ہمپہ کیا سحر
جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

گو وہ نہ بوسہ دیوے لیکن اس آرزو میں
کس کس مزے کی باتیں اپنی زبان پہ ہیں

جو دیکھا مضطرب مجھکو تو محفل میں کسی سے وہ
یہہ کہتا تھا کہ ہے لطف محبت راز داری میں

طفلان اشک کو دیں آنکھوں میں کیوں نہ گہر ہم
گو شوخ ہیں یہہ لڑکے پر اپنے تو جگر ہیں

نہ دیا مینے جو ہمدم تری باتوں کا جواب
مت برا مانیو اسوقت میں تھا اور کہیں

اے ستم ایجاد کب تک یہ ستم دیکھا کریں
تو کرے غیروں سے باتیں اور ہم دیکھا کریں

زبس وہ آپکو بیمثل سمجھے ہے زمانے میں
ہوا اسو شکل سے حیران کل آئینہ خانے میں

نہیں دھیان ہے بات سننے کیکی
میاں جرأت اب سچ کہو تم کہاں ہو

رقیب کو جو بٹھاتے ہو میں سمجھتا ہوں
یہہ ساری باتیں ہیں بیار مرے اوٹھانیکو

نہ دیکھو نبض مری آہ مت لگاؤ ہاتھ
طبیبو اب مرے جینے سے تم اوٹھاؤ ہاتھ

گر گھبرایا نہیں ہے تم نے دل
مسکراتے ہو کیوں ادہر کو دیکھہ

دل وحشی کو خواہش ہے تمہارے در پہ آنیکی
دوانہ ہے ولیکن بات کہتا ہے ٹھکانیکی

ناصح مین اور ہم مین بھی ہین طرفہ صحبتین — ہم کچھ نہین سمجھتے وہ سمجھائے جائے ہے

یاد جب آتا ہی یہہ کہنا تو اڑ جاتی ہے نیند — اپنی ہٹ تو رکھہ چکے لو ابتو ہٹ کر سوئیے

پوچھا یہان تلک کہ ہوا تنگ نامہ بر — لذت ملی جو یار کے پیغام سے مجھے

آج بھی اوسکے جو آنیکی نہ ٹھہریگی تو بس — ہم وہ کر بیٹھینگے جو جی مین ہین ٹھہرائے ہوئے

کیا کیا وہ خفا مجھسے ہوا گھر سے نکل کے — جب مین نے پکارا اوسے آواز بدل کے

ہزار افسوس یون آکے زندگانی — چلی تو خاک مین ہمکو ملا کے

جرّار میر محمد حسین تلمیذ اسیر از اہالی لکھنؤ ست و شاعر خوشگو ست ؎

اب نہ جینے کی توقع ہے نہ مرنیکی امید — میرے بالین پہ نہ قاتل نہ مسیحا ٹھہرا

اب ملینگے نہ کبھی اون بت سفاک سے ہم — جو ٹھنی دلمین ٹھنی جیمین جو ٹھہرا ٹھہرا

جلال میر ضامن علی ولد حکیم اصغر علی افسانہ گو از نامی سخنوران لکھنؤ ست و برق و ہلال اوستاد او پیشتر سخن بروش لکھنؤ میگفت الحال بہ طرز دہلی فکر می نماید مدتہا بہ سرکار رامپور بسر بردہ از دست و لبش نکوست ؎

چھپتے نہین گواہ جو سوز نہان کے ہین — چند اشک گرم ہین کئی چھالے زبان کے ہین

گذری خبر جو غیر کے دلمین بھی تم چھپے — ہرکارے ہر جگہہ مرے وہم و گمان کے ہین

نقش قدم پکارتے ہین راہ عشق مین — سٹھیائے جو چلے جسے نام و نشان کے ہین

حسرت اوس صحبت کی دلمین آئی ہے — ہم نے اک شئے کسی کی پائی ہے

جلیل سید جلیل احمد بن مولوی سید اولاد احمد از سادات بلدہ سہسوان ست و سلسلہ نسبش تا حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ میشود الحال ملازم ریاست بھوپال است با نامہ نگار آورے بیشتر مودت دارد گاہے گاہے بہ سخن فکر میکند و آنہم بفرمایش و اصرار دیگران ؎

لے لیا گر ہمنے بوسہ زلف عنبر بار کا — کہئیے اس مین کونسا نقصان ہوا سرکار کا

کیون بنائین دل صد چاک نشانہ اپنا
کیا نگاہ غلط انداز تری تیر ہوئی

جمیل سید جمیل احمد خلف میر امتیاز علی نقوی از باشندگان سہسوان ضلع بدایون است فکرش رسا و طبعش موزون مشق سخن از منشی صابر حسین صبا بہم رسانیدہ امروز بملازمت ریاست بہوپال ادامہا اللہ بالاقبال سر افتخار بہ فلک میساید چنین می سراید

کیا پوچھتے ہو داغ جگر مین کہانکے ہین
کچھہ آپکے دیئے ہوئے کچھہ آسمان کے ہین

قاصد کی گفتگو مین دلاویزیان کہان
اسکی زبانیہ لفظ کہان اوسکی زبانکے ہین

جوش نظام الدین خلف وجیہ الدین پنجابی موطن کولوی مسکن طبع شگفتہ دارد

بار اوتارا ہے دوش سے سر کا
ہے یہہ احسان تمہارے خنجر کا

ہے پرستش سنگ کی عشق بتان مین بندگی
جاوین گر کعبہ تو پہلے سنگ اسود چوم لین

سر کو تو تیغ پہ رکھہ کے مرے
ثابت قدمی کا امتحان لو

جوشش شیخ محمد روشن باشندہ عظیم آباد فکر بلند و خاطر ارجمند داشتہ از عروض بہرہ وافی نصیبش کردہ بود دیوان دارست ؏

وہ زمانہ کیا ہوا جو ہر سے گریہ مین اثر تھا
یہی چشم خونفشان تھی یہی دل یہی جگر تھا

کریون ہی یہہ دل درپئے آزار رہیگا
اک روز نہ اک روز تجھے مار رہیگا

اوسکی بخشش کا تجھے خوف عبث ہے جوشش
ہو چکا ہے وہ اسیطرح سے سو بار خفا

نہ نشہ کل شیشہ آتی ہے نظر نے جام کیصورت
رہی زیر فلک پہر کون سی آرام کیصورت

دیکھئے ہم مین او رساون آنکھون مین کیا ہوئیگا
لہو کے پیاسے ہین وہ تشنہ دیدار ہین ہم

جولان شاہ الف نام درویشے آزاد مزاج بودہ است از وست ؏

کیا بتائین کہ کہان ہے مسکن
کوئے قاتل مین رہا کرتے ہین

اوٹھایا ہے گلی سے اوس پری رو کی اگر مجھکو
تو لیچل وحشت دل اب جدہر چاہے اودہر مجھکو

معشوق پر بھی ہوتی ہے تاثیر عشق کی
چٹکی کلی جو بلبل بیدل نے آہ کی

جوان مرزا نعیم بیگ از باشندگان جہان آباد و مرشد زادہ مرزا سلیمان شکوہ بہادر بود اور است ہ

پہلو مین دل اپنے کو بہی غمخوار نپایا — یہہ خوبیِ قسمت کہ کوئی یار نپایا
کسیکو اپنی سفارش کیواسطے اوس پاس — جو لیکے جاؤن تو اوسکا وہ آشنا نکلے
جیتا نہین پہرتا ہے کوئی اوسکی گلی سے — مجہہ تک مرے دلدار کی کیونکر خبر آوے

جہاندار مرزا جہاندار شاہ معروف بہ مرزا جوان بخت بہادر ولیعہد شاہ عالم بادشاہ بود از معاصران خودگوئے سبقت می ربود در سنہ ۱۲ البعلوی عالم شتافت ہ

مر سکے انتظار مین یہہ بے اجل گیا — آنکہین جو یون کہلی ہین اور دم نکلگیا
آخر کل اپنی صرف درِ میکدہ ہوئی — پہونچے وہان ہی خاک جہان کا خمیر ہو

حاء مہملہ

حاتم شیخ ظہور الدین عرف شاہ حاتم مردے سپاہی پیشہ نیک اندیشہ بود در جہان آباد عالی از و بہرہ متوافر ربود و سودا ہم یکے از ایشانست دو دیوان گزاشتہ

ہم تو بیٹھے ہوئے یہہ آفت ہو — اوٹھہ کہڑے ہو تو کیا قیامت ہو
مفلسی اور دماغ اے حاتم — کیا قیامت کرے جو دولت ہو
آتا ہے اب نشہ کی طرف جی کبہو کبہو — ساقی نگاہِ مست اودہر بہی کبہو کبہو
بیخود اس دور مین ہین سب حاتم — اندنون کیا شراب سستی ہے

حجام عنایت اللہ المعروف بہ کلو باشندہ سہارنپور ست و بہ پیشہ حجامان منسوب و مشہور با سودا نسبت تلمذ داشت سخن خوش میگفت اور است ہ

خط آنے سے بہی اپنی رسائی نہین وہان — حجام کسطرح سے ملین کیا ہنر کرین

ہے جی مین کہ اگر وزمین اون آنکھون سے پوچھون
بچتے نہین کسواسطے بیمار تمہارے

اوس کاوش مژگان کا گلہ مجہسے عبث ہے
اے آنکھو یہہ بوتے ہوتے ہین خار تمہارے

حزین میر بہادر علی از مقربان مرزا ولیعہد بہادر از زین العابدین خان عارف باستفادہ پرداخت و مرزا نوشہ راہم دریافت ہ

ہے یہی رونا تو خط کاہیکو لکہا جائے گا
ہم جو لکہتے جائینگے اشکون سے مٹتا جائے گا

اک تماشا جانکر قاتل اگر ٹہرا رہا
ہم بہی تڑپے جائینگے جتنا کہ تڑپایا جائیگا

دنیا کی حسرتین ترے گوشہ مین آگئین
اللہ رے وسعتین تری آتنگنائے دل

دیکہا وہ اپنی آنکہہ سے جو کچہہ سنا نہ تہا
اور دیکہیے حزین ابہی کیا کیا دکہائے دل

بیخودی کہو کے لئے سر پہ ہزارون جہگڑے
توبہ مے سے ہوئے ہم تو پشیمان اولٹے

حسرت حافظ عبد الرحمن پانی پتی از احفاد قاضی ثناء اللہ رحمہ ہ

ہم تو حسرت کو سمجہتے تہے کہ اک عارف ہے
یہہ تو اے وائے نہ کافر نہ مسلمان نکلا

تم بہی رو بیٹہو گے دلکو ہمین ہنستے کیا ہو
اگر آئینہ کبہی تم نے مری جان دیکہا

اوس نے حسرت کو کیا قتل کہین ہے کہ آج
مین نے اوس شوخ سے ظالم کو پشیمان دیکہا

گر نہین دوست خدایا مری جانکے دشمن
کیون شب غم مرے جینے کی دعا کرتے ہین

حسرت مرزا جعفر علی فرزند ابو الخیر عطار دہلوی موطن لکہنوی مسکن عمر ہا برفاقت مرزا جہاندار شاہ بسر بردہ با سرپ سنگ دیوانہ نسبت تلمذ درست کردہ در سنہ [illegible] جامہ حیات از بر کشید دیوانہ یادگار است ہ

کیا دل سو گیا رونے سے کچہہ حاصل نہین ہوتا
اگر رو رو کے جی کہو دین تو پیدا دل نہین ہوتا

آشیان چہوڑ چلے ای چمن آرا ہم تو
تو ہی لیجائیو سر پہ یہہ گلستان اوٹہا

درس تہا مکتب مین مجہکو آہ کا
یہہ سبق تہا پہلی بسم اللہ کا

کل کو نسے تہی خوش جو نہین ہو تم آج خوش
ہم نے تو ایک دن بہی نہ پایا مزاج خوش

ہوا سے بال اون زلفونکے رخسارون پہ ہلتے ہین
دل بیمار اوٹھہ بیٹھو کہ دونون وقت ملتے ہین

جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے درپئے جان ہے
تو پھر اک روز میرا ہاتھہ اور اوسکا گریبان ہے

حسرت میر محمد حیات از سکنائے عظیم آباد و بہرہ یابان خدمت مرزا مظہر رح
بود خاطر شگفتہ و طبع خندان داشت ؎

سنا ہے آج میخانے مین جام مے پہ مستونکے | لٹایا دین و دنیا دونون ہت اسکو کہتے ہین

حسرت میر صمد علی دہلوی خوش باش میرٹھہ شاگرد رحیم بیگ رحیم ؎

سخت جانی کی آس ٹوٹ گئی | لوہا مانا تمہارے خنجر کا

حسن سید غلام حسن بن میر غلام حسین ضاحک اصلش از ہرات است
و مولد او دہلی بر اصناف شاعری دستے داشت مثنوی بدر منیر ازو مشہور آفاق است
در سنہ ۱۲۰۱ راہ عدم پیمود شاعر شیرین زبان تاریخ رحلت اوست دیوانہ ہم دارد

دامن صحرا سے اوٹھنے کو حسن کا جی نہین | یا ان دیوانہ نے پہیلائے بیابان دیکھکر
دل کو کھویا ہے کل جہان جاکر | جی مین ہے آج جی ہی کھو آون
خنجر کو تم نہ آنکھہ بھر دیکھو | کیا غضب کرتے ہو ادہر دیکھو
شب وصل صنم ہے آج ای ہمدم کٹھی ہی سبہی | گریبان سحر کو ٹانک کہنا دامن شب سے
آنکھہ اوٹھاکر جسکو دیکھا اوسکے دلکو لیلیا | لیتے لیتے دل کے لینے کا تجھے ڈھب ہو گیا
اک جان کے درپے ہین ہر اتنے ستمگر | غمزہ ہے کرشمہ ہے اشارہ ہے ادا ہے
ہمنے تجھے تو بھر نظر ابہی دیکھا نہین ستمگر | رکھیو حساب مین نہ ملاقات آج کی
مزے نہ کیجے کبھی ہم نے زندگانی کے | یون ہی گذر گئے افسوس دن جوانی کے
حسن دیتا ہے تو کیون جی بتون پر | ملادینگے تجھے یہ کیا خدا سے

تیری یہہ چھیڑ چھاڑ مرے جیکو بہا گئی — لی چٹکی اس ادا سے کہ بس جان آگئی

حسن خواجہ حسن فرزند خواجہ ابراہیم مودودی درویشی بود مزاجش استیلا داشت ازین رو ترک دنیا کردہ از موسیقی بہرہ مند بود و در نظم مرزا جعفر علی حسرت را تلمیذ رشادت پیوند از وست و نکوست سہ

اُمڈ کے آنکھون سے یکبار بہہ چلے آنسو — ہنسی ہنسی ہین جو ذکر وداع یار ہوا
بھلا مین دوانہ سہی پر یہہ ناصح — مرے ساتھہ بکتا ہے عاقل کو دیکھو
آہ کس کس بیوفائی کا تری کیجے شمار — اور تو سب یکطرف منہہ بہی دکھا نیسے پہرے

حسن مولوی ابو الحسن نقد مولوی الٰہی بخش نشاط باشندہ کاندہلہ اوراست

منفعل ہون دست و پا بہی مار نیسے قفس تیج — کیون مین تڑپا جو ترے دامن پہ چھینٹا پڑ گیا

حسین نواب غلام حسین خان از افاغنہ شاہجہان پور ست این بیت از وست

تشنۂ آب دم خنجر ہے بسمل اور بہی — دست نازک کو ذرا تکلیف قاتل اور بہی

حسین سید غلام حسین فرزند سید عبد اللہ دہلوی سہ

تہا عرش سے بڑہکر جو دماغ اپنا وہی ہے — یون چرخ نے گو کر دیا مجبور کسی کا

حشم حکیم باقر علی ابن حکیم مرزا احمد ساکن لکھنؤ تلمیذ ناسخ سہ

ارمان ہی رہا کہ ادہر دیکھئے کبھی — الفت کی چتون نسے محبت کی آنکھہ سے

حشمت مرزا غلام فخر الدین فرزند مرزا معظم بخت بن شاہ عالم بادشاہ از تلامذہ حافظ عبد الرحمٰن خان احسان در ۱۲۶۲ھ جامہ گذاشت سہ

گہر دو ہی قدم پر تو ہے ان قدمونکے صدقے — بڑہئے کوئی دو چار قدم اور زیادہ

حشمت میر محمد علی ہمعصر سودا است سہ

خط نے ترے حسن سب گنوایا — یہہ سبز قدم کہان سے آیا

حقیر منشی نبی بخش ابن منشی حسین بخش متوطن اکبر آباد بہر دو زبان پارسی و ریختہ

فکری نمود سه

زخم کے منہ مین بہر آیا پانی — جبکہ پیکان کا مزہ یاد آیا

وہ نگاہین جنسے تہی مجہکو تسلی کی امید — تشنۂ خون آفت دل دشمن جان ہو گئین

کیا سبک رو ہین رہروان عدم — کہ سکا نہ نقش پا دیکہا

ہاتہہ دوڑاے جنون نے پہر گریبان دیکہکر — پاؤن پہر وحشت نے پہیلائے بیابان دیکہکر

گر یہی چاک کی عادت ہے تو ای دست جنون — پیرہن سارے گریبان ہی گریبان ہوئے

شانہ نے بل نکالدیئے زلف یار کے — موذی کو اس نے زیر کیا مار مار کے

حقیر سید امام الدین عرف میر کلو باشندۂ دہلی سه

دلمین ہی بیٹہہ رہین دیر صنم کے ہی حقیر — راہ کعبہ کی تو آتی ہے نظر دور ہمین

گلی مین یار کے جینتی گہسیٹ لائی تجہے — حقیر صدقے ہو تو اپنی ناتوانی کے

حقیقت میر شاہ حسین فرزند سید عرب شاہ اصلش از بلخ و مولد او بریلی خوش باش لکہنؤ از جرأت اکتساب سخن کردہ در مدراس قالب تہی کرد و ہمانجا خوابگاہش ساختند دیوانے و تحفۃ العجم و خزینۃ الامثال و صنم کدۂ چین یادگار اوست سه

ہجر مین کیون نکرون یاد ملاقات اوسکی — کہ بہلتا ہے ذرا وصل کی تقریر سے دل

دلا اب دونون مل کاٹینگے اوقات آہ و زاری مین — ہوئے بیمار ہم بہی لے تری تیمار داری مین

حکیم محمد پناہ خان فرزند سید محمد شریف خان دہلوی متوطن بود در اوائل نثار تخلص میکرد اکتساب سخن از میر درد ہم کردہ اوراست سه

تیرے لیے خلق دربدر ہے — اے خانہ خراب تو کدہر ہے

کہتے ہین حکیم آیا میخانہ سے مسجد مین — ہمکو تو تعجب ہے وہ گبر مسلمان ہو

حمزہ شاہ حمزہ متوطن دہلی و مقیم عظیم آباد در اواخر درویشی گرفت سه

ہائے کس کس کے تئین بیٹہہ کے ہم یاد کرین — غم مجنون کرین یا ماتم فرہاد کرین

حیا عبد الکریم خان ابن سرور خان باشندۂ لکھنؤ بمیر صبا تلمذ داشت و دنیے گذاشت

لوگ کہتے ہین عیادت کو وہ کل آئینگے ۔ اور اک شب سفر مرگ مین وقفہ ٹھہرا

گیا دخل پھر کے کوچۂ گیسو سے آئے دل ۔ گیا رفیق چھوٹ گیا اپنا ہائے دل

حیا مرزا رحیم الدین فرزند شہزادہ کریم الدین رسا از عمائد امرا و منتخب شعراء دہلی بود راہ دشوار گذار سخن آسان تر می پیمود دیوانے گذاشتہ اوراست ؎

رونا کہان ہوا ہمیشہ دل کھو لکر نصیب ۔ دو آنسوؤن مین نوح کا طوفان آگیا

بتو نکو چاہ کے ہم تو عذاب ہی مین رہے ۔ شب فراق کٹی روز انتظار آیا

شروع شام جدائی مین نالہ و افغان ۔ ابھی تو اے دل مضطر پڑی ہے ساری رات

آئے ہی آئے موت کے اک عمر ہو چکی ۔ جو ہے سو میری جان کو غفلت شعار ہے

شب فراق ہماری بھی ہو گئی آسان ۔ جو تم نہ آئے تو بس موت بھی نہ آئی کیا

فلک نے جذب عدو مین دیا جہا نکا اثر ۔ رکھا نہ کچھ بھی مرے نالہ و فغانکے لیے

حیات محمد حیات خان خلف احمد یار خان از افاغنۂ رامپور است و تلمیذ نواب الٰہی بخش خان معروف اوراست ؎

ہم اور بلبل و پروانہ بزم الفت مین ۔ ازل سے کہائے ہوئے دلپہ داغ ہین دو تین

حیدر منشی حیدر علی ابن منشی غلام نبی باشندۂ ہوگلی مرد ظریف طبع بود ؎

حال دل گر کہون تو کہتا ہے ۔ شوق مجھکو نہین کہانی کا

حیدر میر حیدر علی خان از نسل شیخ عبد القادر جیلانی رح بود ؎

ارادہ ہے بیٹھ رہیے کچھ اس چشم تر کا ۔ خدا حافظ آج اپنے دیوار و در کا

حیدر منشی مصطفےٰ حیدر فرزند مولوی غلام حیدر از وطن خود چاٹگام برآمدہ بکلکتہ سکونت درزید دیوانے دارد ؎

ہر ہر قدم پہ آہ نکلتی ہے دمبدم ۔ اللہ رے ضعف چلتے نہین بے عصا ہم

ہو لی کیا شمع گل بن آئی ہیری تو سیہ کیتا ہون ۔۔۔ مزا ہے یہہ بہری مجلس مین وہ جہنجلا نہین سکتے

الخاء

خادم منشی محمدی خان در پارسی بیشتر فکر میکرد ؎

اشک کوئی دم مین اب لاتا ہی منہہ پر دا گیا ۔۔۔ طفل سے ممکن نہین ہے ضبط کرنا راز کا

خاص محمد حیدر خان فرزند الٰہی بخش خان باشندہ دہلی اصلاح سخن از مرزا جمعیت شاہ باہر میگرفت اوراست ؎

دیکہلے نقشہ اگر اوس عالم تصویر کا ۔۔۔ تو تو کیا زاہد دل آوے اوسپہ تیرے پیر کا
کیون تقاضا خلش ہر دم نفس کے ساتھہ ہی ۔۔۔ دلمین شاید رہگیا ہے کوئی پیکان تیر کا
ضعف سے ابتو یہہ نوبت ہی کہ ای خاص کے ۔۔۔ لب تلک سانس بہی آیا تو بمشکل آیا

خبر سید مہدی بلگرامی خلف محمد عسکری در چہل سالگی بدار البقا شتافت ؎

ہمنے رونے کا بہلا کب سر و سامان باندہا ۔۔۔ تمنے کیون دیدہ و دانستہ یہہ طوفان باندہا

خرد نواب فخر الدین خان ابن نواب شرف الدین خان دہلوی ؎

لبونپہ جان ہے جلدی کہین پہنچ ظالم ۔۔۔ یہہ آرزو ہے کہ دم تیرے روبرو نکلے

خرد پنڈت رام نراین از باشندگان دہلی و تربیت یافتہ غلام دستگیر مبین ؎

ہم آپ سے نہین جاتے یہانسے گہبرا کر ۔۔۔ یہہ جبکے جذبۂ دل کا اثر ہے کیا کہئے

خضر مرزا خضر سلطان بن بہادر شاہ تلمیذ غالب ؎

نہ کہہ سکتے ہین کچہہ اپنی نہ سن سکتے ہین کچہہ تیری
ہمین اسے بیوفا اسوقت مین دیکہا تو کیا دیکہا

پتہر کے چٹانے سے ہو تلوار کو برش ۔۔۔ سرمہ جو دیا ہو گئی اوسکی نظر اب تیز

ظلم ہمپر ذرا سمجھ کے کرو | اے بتو بندۂ خدا ہین ہم

کہتے ہو کہ اگر روز تجھے قتل کرینگے | پر یہہ بھی تو اے شوخ ستمگر نہین کہتا

خطیر سید امراؤ علی پسر امیر علی متوطن فرخ آباد شاگرد صفیر ؎

آج غصہ مین وہ زندان کیطرف آتا ہے | بیڑیان پاؤنکی بولین تو قیامت ہوگی

خلیق میر مستحسن مرثیہ گوے لکھنوی و تلمیذ رشید مصحفی ؎

حشر کا ڈر او نہین کیا ہے کہ ترے کوچے مین | خود بپا کرتے ہین ہنگامۂ محشر عاشق

غفلت مین فرق اپنی تجھ بن کبھو نہ آیا | ہم آپ مین نہ آئے جب تک کہ تو نہ آیا

کسکی خرام ناز کا پامال ہون خلیق | لگتی ہے چوٹ دلکو مرے ہر قدم کے ساتھ

خلق میر احسن خلف میر حسن دہلوی اوستاد معروف خوش باش لکھنؤ ؎

دل لگاتے تو لگا یا یہ نہ تھا یہہ معلوم | جی پہ کیا گذریگا اور جان پہ کیا گذریگا

خلیل میر دوست علی بن سید جمال علی ساکن قصبہ بڑولی از خواجہ آتش اکتساب سخن کردہ دیوانے دارد ؎

بتونکا سبزۂ خط خال کا نہین محتاج | بغیر مہر یہہ خط اعتبار رکھتا ہے

رونے پہ باندھے جو مری چشم تر کمر | کیسی زمین فلک پہ ہو پانی کمر کمر

تم سنو یا نہ سنو نالے کیے جاؤنگا | درد دل کہنے سے مطلب ہے اثر ہو کہ نہو

خلیل شرف الدولہ محمد ابراہیم خان بہادر دستور محمد علی شاہ فرمانفرماے لکھنؤ با نواب عاشور علی خان نسبت تلمذ داشت وطن او کشمیر بود اما بسبب ملازمت بہ لکھنؤ اقامت گزید ؎

میرے گھر کا ہمیکو آپ آئیگا | خیر بندے ہی کو بلوائیگا

ایسے ہی وعدہ وفا ہوتے ہین | ہان بجا سچ ہے ضرور آئیگا

وصل مین کہتے ہین ہمسے ملیے | کسطرح ہجر مین مر جائیگا

خموش مرزا خدا یار دہلوی موطن پنجابی مسکن ؎

خموش کس سے نیا اختلاط ہے کہ ہمین
کچھ اندنون کہین تیرا پتا نہین لگتا

خیال غلام حسن خان سخن بہ پارسی بیشتر میگفت اصلاح از برکت اللہ خان برکت میگرفت از وست ؎

تجھے تو غیر کو منظور منہہ دکھانا تھا
نقاب کھولنا گرمی سے اک بہانا تھا

حاضر ہین ہم تو آؤ شمشیر کین نکالو
جو دل کی آرزو ہے اوسکو کہین نکالو

تیرا شگفتگی پہ دل آیا ہے اے خیال
اے غنچۂ فسردہ تجھے بھی ہوا لگی

دال مہملہ

داغ میر مہدی دہلوی موطن ولکھنوی مسکن خلف میر سوز بعمر بست سالگی بر زنے صاحب جمال فریفتہ شدہ چندے از نخل وصالش ثمرۂ حیات برچید آخر بہ ہجرانش قالب تہی کرد او راست ؎

اسی کے پاس تہا دل کیا ہوا اے ہمنشین دیکھو
ادہر دیکھو ادہر دیکھو یہین دیکھو کہین دیکھو

اسی کے پاس ہے رہ رہ کے یہ جو مسکراتا ہے
اسی کے ہاتھ دیکھو جیب دیکھو آستین دیکھو

پکڑنا چور کا مشکل نہین گر کچھ سمجھ ہووے
ہوائی رنگ دیکھو ماہتابی سی جبین دیکھو

داغ نواب مرزا خان دہلوی موطن رامپوری مسکن با ذوق دہلوی نسبت تلمذ درست کردہ امروز بظل عاطفت کارکیائے ریاست رامپور معززانہ بسر می برد او

باهمین برادر نامه نگار ربطے معنوی دارد و علے هذا ایشان با وے از گفتار دلچسپ یاد
اگرچه دیوان ایشان جریده ثبت افتد پیش شائقان سخن کم از کم شمرده خواهد شد اما
چونکه گرامی برادر عالیقدر در تذکره خویش متاعے نیک از وے نگذاشته اند لهذا نبذے
ازان برآورده دستکش سامعه سخن سنجان نموده می آید۔

صبر لے زاہد نافہم نہ میخوار ون کا
بخشنے والا بھی دیکھا ہے گنہگارونکا

ڈر گئے نام شفا سنکے رہی خواہش مرگ
منہہ ذرا سا نکل آیا ترے بیمار ون کا

جب داغ کو ڈھونڈا کسی تہجانہ مین پایا
گھر مین کبھی اوس مرد خدا کو نہین دیکھا

آج راہی جہان سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

جو دل دکھا رہا ہے مزہ ہر گھڑی سمجھے
آنکھونسے سو برس بھی دکھایا سجھائیگا

زلفین نہین کہ شانہ سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنا یا نہ جائیگا

سنو افسانۂ فرہاد دیکھو قصۂ مجنون
غرض کیا تمکو پوچھو حال ہم حسرت کے مارونکا

رہیگی اک روز جان جا کر رہے نہین ہوش دل لگا کر
عدو سے کہتا ہون تنگ آ کر کہ تو مرے حق مین کچھ دعا کر

تیغ نگاہ یار کو دیتے ہین ہر گھڑی دعا
پارۂ دل جُدا جُدا لخت جگر الگ الگ

رہتا ہے دم خفا مرے سینہ مین ہر گھڑی
روٹھے ہوئے کو ہائے کہان تک منائیے دل

گر تو کسی بہانہ سے آجائے وقت نزع
ظالم کرین ہزار بہانے قضا سے ہم

الٰہی کیا کرین ضبط محبت ہم تو مرتے ہین
کہ نالے تیر بن بنکر کلیجے مین اوترتے ہین

جلوے مری نگاہ مین کون و مکان کے ہین
مجھسے کہان چھپین گے وہ ایسے کہان کے ہین

بات میری کبھی سُنی ہی نہین
جانتے وہ بُری بھلی ہی نہین

شراب ناب ہے ہر رنگ کی اپنے پیالے مین
وہ طرّہ کونسا گل ہین ہے کیا ہے شاخ لالے مین

کسی کی نرگس مخمور کچھ کہدے اشارونمین
مزا ہے رات دن چلتی رہے پرہیزگارونمین

کسیکا دل تو کیا شیشہ نہ ٹوٹا بادہ خوارون مین — یہہ توبہ ٹوٹ کر کیونکر بچا ملی پرہیزگارون مین

وہ کترا کر چلے ہین میکدے سے حضرت زاہد — بڑے مرشد ہین ہاتھون ہاتھہ لاتا انکو یارون مین

لگ چلی باد صبا کیا کسی مستانے سے — جہومتی آج چلی آتی ہے میخانے سے

دبیر مرزا سلامت علی خلف مرزا غلام حسین لکھنوی با ضمیر پیوند تلمذ داشت مرثیہ خوشتر میگفت بیتے بیش از گفتارش دست نداد ؎

روان کرتا تھا خنجر گاہ گاہے روک لیتا تھا — عجب ناز و ادا سے اوس نے کاٹا ہے گرد نکو

درد خواجہ میر ابن خواجہ ناصر عندلیب علیہما الرحمہ از نسل شیخ بہاء الدین نقشبند بود کلامش دلچسپ و خیالش بلند بندہ از گفتار او حظہا برداشتہ و لطفہا اندوختہ او رحمۃ اللہ علیہ بروز آدینہ بست چہارم صفر سنہ ۱۱۹۹ھ قالب خاکی گذاشت و بعالم جاودان شتافت مثنوی نالہ درد و آہ سرد و سوز دل و شمع محفل یادگار اوست این چند اشعار از دیوان او برآوردہ ثبت میشود ؎

جنکے سبب سے دیر کو تو نے کیا خراب — اے شیخ اون بتون نے مرے دل مین گھر کیا

کم فرصتی نے ہستی بے اعتبار کی — شرمندہ تیرے آگے ہمین آ شرر کیا

اے آنسوؤ نہ آوے کچھ بات دل کی لب پر — لڑکے ہو تم کہین مت افشائے راز کرنا

اون لبون نے نہ کی مسیحائی — ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ مین اثر — مینے تو درگزر نکی جو مجہسے ہو سکا

جفا سے غرض امتحان وفا ہے — تو کہہ کب تلک آزماتا رہیگا

ہم کس ہوس کی تجھسے فلک جستجو کرین — دل ہی نہین رہا ہے جو کچھ آرزو کرین

اوس نے کیا تھا یاد مجھے بہول کر کہین — پاتا نہین ہون تب سے مین اپنی خبر کہین

نہین شکوہ مجھے کچھ بیوفائی کا تری ہرگز — گلہ تب ہو اگر تو نے کسی سے بھی نباہی ہو

ہر چند تجھے صبر نہیں درد ولیکن
اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے

یارو مرا شکوہ ہی بھلا کیجیے اوس سے
درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے

کہہ بیٹھیو نہ درد کہ اہل وفا ہوں میں
شمع کے مانند ہم اس بزم میں

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جکو رو بیٹھے
چشم رحمت سے ادہر کو بھی نظر کیجیے گا

درد گھبرا کے تو جو یوں چونکا
کرتا ہے اسقدر تو خفا درد کو عبث

اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو
لوح مزار بھی مرے چھاتی پہ سنگ ہے

مذکور کسی طرح تو جا کیجیے اوس سے
جو سانس بھی نہ لے سکے وہ آہ کیا کرے

اوس بیوفا کے آگے جو ذکر وفا چلے
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

بس اب اک ساتھ ہم دونوں جہاں سے ہاتھ دہو بیٹھے
اسی امید پر آیا یہ گنہگار بھی ہے

کیا اوٹھی جی میں کھلبلی ایسی
ظالم وہ اپنی جان سے خود ہی بتنگ ہے

درخشان سید علی جان المخاطب بہ مہتاب الدولہ فرزند میر مغل خراسانی الاصل لکھنوی مسکن مقیم کلکتہ بملازمت شاہ اودہ سربلندی دارد و بہ تلمذ مظفر علی اسیر بہرہ مندی دیوانے دارد ؎

غالب ہوئی جو نکہت گل پر شمیم زلف
غنچوں نے چٹکیوں میں صبا کو اوڑا دیا

شیشہ و جام سے معمور ہے سارا بازار
آئیگی دختر رز دیکھنے مینا بازار

طواف تھا جو کبھی دل کے گرد پھرتے ہم
جہاد تھا جو کبھی خون آرزو کرتے

دردمند کریم اللہ خان از خویشان عمدۃ الملک بہمراہ علی اصغر کبیر بجنگ مرہٹان غازہ شہادت بر رو کشید ؎

ظالم کروں میں ظلم سے فریاد کب تلک
ٹک رحم بھی ضرور ہے بیداد کب تلک

تحمل آتش غم میں دل بیتاب کیا جانے
ٹھہرنا ایک دم بھی آگ پر سیماب کیا جانے

درویش میر شاہ علی دہلوی از مستفیدان میر نظام الدین ممنون در آخر عمر

شعر و سخن را ترک گفته ؎

ایک دن بیٹھے تھے جس گھر مین کبھی یار کے ساتھ
روز رو رو تے ہین وہان کی در و دیوار سے مل

دریغ سید زین العابدین دہلوی تلمیذ رشید شاہ نصیر ؎

یون وہ بولا دیدۂ تر دیکھکر دو چار کے
ڈوبتے تجھکو نظر آتے ہین گھر دو چار کے

دل زور آور خان متوطن کول دیوانے جسیم و مثنویات چند گزاشتہ ؎

مت پھرا سر مرا اے ناصح جاہل آکر
پھر بھی جاتا ہے نصیحت سے کہین دل آکر

ساقی نے جو پلا یا مجھے مین نے پی لیا
زاہد تجھے خبر ہے حرام و حلال کی

دل آزاد خان زنار کفر شکستہ سبحۂ اسلام در دست گرفتہ او راست ؎

یہ تماشا ہے کہ قاصد کو ملی ہے دشنام
خط کا انعام گیا نامہ و پیغام گیا

دلگیر میر حمایت اللہ خان بن عالم خان دہلوی سوطن علاوہ فن سخن در ہیئت و نجوم نیز مدا خلت داشت او راست ؎

جسطرح ناک مین دم لایا ہی میرا یہہ شیخ
یا خدا اسکے بھی پیچھے یون ہی شیطان لگے

دولہ نواب جہانگیر محمد خان عرف نواب دولہ ابن امیر محمد خان برادر وزیر محمد خان کار کیاے ریاست بھوپال پدر عالی گہر حضرت نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیسۂ حال دامت با الاقبال سخن ریختہ با ئین شایستہ بر کرسی می نشاند و بگفتار پارسی ہم فکر می فرمود در عین شباب از دار فنا بعدم آباد کوس رحیل کوفت دیوانے یادگار گزاشتہ افکار بلند اوست ؎

پھولو نہین بھی میرے وہ گل اندام نہ آیا
مرنا بھی مرا ہائے مرے کام نہ آیا

صبا خوش آوے بھلا کب مجھے چمن کی بو
بسی دماغ مین ہے میرا اوس بدن کی بو

اک غزل اور بھی پڑھ درد سنا دو دولہ
ہم نے اس بزم مین افسانہ سخندان دیکھا

حرف ذال معجمہ

ذاکر مولوی ذاکر علی خلف مولوی فضل علی متوطن بنارس زانوے تلمذ پیش مصحفی تہ کردہ گفتار دلچسپ دارد اوراست ؎

شب جو باتو نہین وہ مہ پیکر بہل گریہ گیا ۔ رنگ سو سو طرح سے گردون بدلکر رہگیا

یہی ہے گر حال آہ سوزان گرینگے جلکر فلک زمین پر
یہی ہین نعرے تو دیکھہ لینا کہ حشر ہے حشر تک زمین پر

ذکا خوب چند کایستھہ توطن گزین دہلی از ارشد تلامذہ شاہ نصیر ست تذکرہ ریختہ و دیوانے ازوست ؎

آسمان جب کہ چلی سرپہ ذکا نیند کہان ۔ ہاتھہ سے چرخ کے ڈہونڈہی تو آرام کہین
نقش پا خالق گیتی نے بنایا مجھکو ۔ جسکے قدمون سے لگا اوس نے مٹایا مجھکو
ہلی ہے ابروے دلدار دیکھیے کیا ہو ۔ کہان کہان چلے تلوار دیکھیے کیا ہو

ذوق بلبل شاخسار فصاحت طوطی شکرستان بلاغت شیخ محمد ابراہیم دہلوی المخاطب بہ خاقانی ہند فروزشگرف نوادہ سخن است و شمع کاشانہ فن لطافت ازوی کار بالا گرفت و عذوبت پایۂ والا استایش او محتاج گزارش نیست بلکہ غازۂ شہرت بررو دارد و در جمیع اصناف سخن دستے بلند داشت لاسیما در قصاید ہمتائے او برنخاستہ از شاہ نصیر باستفادہ پرداخت نبذی از گفتارش بلحاظ اطالت انتخاب کردہ برین جریدہ ثبت افتاد ورنہ کلام او ہمہ مغز انتخاب است ؎

صراط عشق پر از بسکہ ہی ثابت قدم میرا ۔ دم شمشیر قاتل پر بہی خون جا تا ہی جم میرا
مدتون دل اور پیکان دونون سینہ مین رہے ۔ آخرش دل بہگیا خون ہوکے پیکان ہی رہا

رشک تھا اپنے نوشتہ مین کہ اوس نوخط نے
دلمین تھے قطرۂ خون چند سو مانند حباب
ہان تامل دم ناوک فگنی خوب نہین
تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ہم نے اوس بت مین جو دیکھا ہی نہین کہہ سکتے
کل جہان سے کہ اوٹھا لائے تہے احباب مجھے
مین گرانبار محبت مرا خون بھی ہی گران
نگہ کا وار تھا دلپر پھڑکنے جان لگی
حساب اصلا نہ مجھسے پوچھیے مرو کے زخمونکا
بلاسے آپ نہ آئین پر آدمی اون کا
نشہ مین ہوش کسے جو گنے حساب کرے
یہہ ذوق ہے پرست ہی یا ہی صنم پرست
روز محشر سے کبھی دن دیکھنے کو چاہیئے
جینا نظر اپنا ہمین اصلا نہین آتا
یہہ ایسا ماہ مبارک یہہ ایسا کار سعید
اوس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمین ہو نہ

خط لکھا غیر کو اور بہول کے بھیجا ہمکو
زہر ہے وہ بھی جب الفت نے سنجو یا ہمکو
ابھی چھاتی مری تیرونسے چھنی خوب نہین
ایمان کی کہین گے ایمان ہے تو سب کچھ
کہ مبادا کہین حسن پا بین شریعت والے
لے چلا آج وہین پھر دل بیتاب مجھے
جی دھڑکتا ہے تری نازکی گردن سے
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی
حساب دوستان در دل اگر وہ دلربا سمجھے
تسلی آ کے مجھے وقت اضطراب تو دے
جو تجھکو دیتے ہین او سے بلا حساب تو دے
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے
گرچہ اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہین آتا
شروع دیکھیے کیجیے مہ صیام شراب
مانند سایہ سر قدم تک جبین ہون مین

ذہین حافظ محمد اسمعیل خان نبیرۂ حافظ محمد داد خان مرحوم باشندۂ دہلی تلمیذ
حافظ غلام دستگیر مبین سے

طرز خرام یار نے محشر بپا کیا
فتنہ ہے کونسا کہ اوٹھا یا نجائے گا

حرف راء مہملہ

راحت مرزا محمود بیگ نجل مرزا احمد بیگ رومی اصل دہلوی مسکن از مومن خان دہلوی باستفادہ پرداخت ؎

ہم سے وہ بھی چھٹے اور یہہ دلِ شیدا چھوٹا	یا دکس کسکو کرین خیر جو چھوٹا چھوٹا
کچہہ جان سی آتی ہے مری جا نہین قاتل	پانی ترے خنجر مین ہے کیا آبِ بقا کا

راحت شیخ کریم الدین از سکنا ر اعظم پور باشندۂ اوراست ؎

ہمیشہ گذری قفس مین اسی تمنا مین	کہ اب رہا ہو کے اب سو سِہم بہار آیا

راسخ سعادت علی خان متوطن دہلی تربیت یافتۂ خدمت مومن خان دہلوی ؎

ہون تو آنکھون مین پہ نہین یہہ خبر	سرمہ ہون یا غبار ہون کیا ہون

راغب احمد حسین دہلوی نژاد سخن دلنشین میگفت ؎

آوے بہی وہ اگر تو نہ آوے اسے یقین	کیا حال ہو گیا دلِ امیدوار کا
کیا فہم ہے وہ اپنی شکایت سمجھتے ہین	شکوہ اگر کرون روشِ روزگار کا

رافت شاہ رئوف احمد ابن شاہ شعور احمد مغفور سہرندی از احفاد مجدد الف ثانی رحمہ با جمیع علوم مناسبتے خاص داشت و در عروض و قوافی دخل معتد بہ از جرأت اصلاح سخن میگرفت ؎

یہہ کسکی مژگان کی آہ یارب پھرے ہین برمے ہمارے بر مین
کہ شکلِ غربال پڑ گئے ہین ہزارون روزن دل و جگر مین

راقم بندرابن از خاکدان متھرا بود و نسبت تلمذ باختلاف اقوال بمرزا مظہر جانجانان رحمہ یا سودا داشت اوراست ؎

کہے کیا درد دل بلبل گلون سے	اوڑا دیتے ہین اوسکی بات ہنسکر

رہبر مرزا فتح الملک بہادر ولیعہد ابوظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی تلمیذ ذوق دہلوی عذوبتے از گفتارش پیداست ؎

ہمکو کیا غیر کے آنے کی خبر
خجلیان نقش قدم کھاتے ہین

الٰہی موت تو ہو گی مگر یون ہو تو بہتر ہے
کہ سر ہو پاؤن پہ قاتل کے اور سجدے ہین دم نکلے

ہوئی صورت نہ کچھ اپنی شفا کی
دعا کی مدتون برسون دوا کی

رند سید محمد خان فرزند نواب سراج الدوله غیاث الدین محمد خان نیشاپوری موطن فیض آبادی مسکن در اواخر زمان به لکهنؤ اقامت ورزید و به خواجه حیدر علی آتش تلمذ گزید فکر بلند و طبع ارجمند داشت دیوانے دارد ۵

کب مٹا عشق کا نشان دل سے
زخم اچھا ہوا تو داغ رہا

ناز بیجا اوٹھائیے کس کے
اب نہ وہ دل نہ وہ دماغ رہا

اب عشق و عاشقی کا زمانہ نہین رہا
جاتا رہا وہ وقت وہ ہنگام ہو چکا

کھلی ہے کنج قفس مین مری زبان صیاد
مین ماجراے چمن کیا کرون بیان صیاد

گلے لگائین بلائین لین تمکو پیار کرین
جو بات مانو تو منت ہزار بار کرین

پاس دین کفر مین بھی تھا ملحوظ
بت کو پوجا خدا خدا کرکے

رنگین سعادت یار خان فرزند محکم الدوله طهماسپ بیگ خان مردے لطیف مزاج و خوش مذاق بوده است از فنون سپاہگری بهرهٔ وافر داشت زمانها در سیاحت بسر برده انشاء الله خان او را موجد ریختی قرار داده از شاه حاتم اصلاح سخن میگرفت دیوانے چند و مثنویات و فرسنامه وغیره نشان بخش نام اوست هشتاد ساله در ۱۲۵۱ هجری راه عدم پیموده است ۵

غرض اپنے مطلب سے رکھے ہی کام ای رنگین
وہ آئے یا نہ آئے مین کہے بن نہین رہتا

اوسے ہے شوق کہانی کا ان دنون بہت
یہہ طور خوب ہے احوال دل سنانے کا

بنے گی اوس سے صحبت کسطرح کچھ کہہ نہین سکتے
وہ ہرجائی ہے اور ہین شغل ہم بھی رہ نہین سکتے

کھینچ لائی ہے اوسے ای کشش دل یانتک
بارے صد شکر کہ تجھکو بھی یہہ مقدور ہوا

تھی شعلہ یا وہ برق کہ جی میرا جل گیا
ایسی ہی کی نگاہ کہ بس دم نکل گیا

کیا کرتے ہو تم ناصح نصیحت رات دن مجھکو
اوسے بھی ایکدن کچھہ جا کے سمجھاتی تو کیا ہوتا

روشن تخلص روشن شاہ نام بریلوی مولد بود بازبہ میرٹھہ توطن گزیدہ از جمیع لسانہ و برگ دنیا بریدہ فارغ البال می زیست اوراست

دلکی تپش سے گرمی خورشید سرد ہے
سینہ اگرچہ ہی تو دوزخ بھی گرد ہے

رہا غلام محمد خان جداو در سرکار بھرت پور اعزاز داشتہ اصلش از اکبرآباد دست در علم ہندسہ و ہیئت دخلے کامل بہم رسانیدہ سخنگوئی از گلزار علی اسیر آموختہ

اللہ رے بناوٹ کہ بگڑنے لگے سنکر
کچھہ وصف کیا مین نے جو بیساختہ پن کا

دل لگ چلا ہے اوسکا بھی شاید کسیطرف
آنے لگا جو کچھہ مرے غم کا بیان پسند

کہنا ترا ہمارے سر آنکھون پہ ناصحا
پر کیا کرین جو دل ہی نہو اختیار مین

حرف زا معجمہ

زار میر مظہر علی باشندۂ لکھنؤ برفاقت نواب احمد علی خان اقتدارہا داشت

چھوٹ جاوین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

تیری ہی قسم تجھہ بن کچھہ اور جو بہاتا ہو
کافر ہو اگر اسمین کچھہ بات بناتا ہو

زکی شیخ مہدی علی ابن شیخ کرامت علی مرادآبادی از بادشاہ لکھنؤ بخطاب ملک الشعرا سرفرازی گرفت در جمیع علوم متداولہ مہارتے داشت خصوصاً در فن تاریخ چون اوکم خاست دیوان دارد اوراست

جمال یار پہ یہ ہم نے تکٹکی باندہی
کہ اپنی آنکھہ کا تل اوسکے منہہ کا خال ہوا

دل ہم سے جدا رہا ہمیشہ
گویا وہ ضمیر منفصل ہے

جب یہ سنا کہ پاؤن مین مہندی لگی ہے وان
یہان خون ٹپک پڑا انکے انتظار سے

ماہتابی پر جو وہ خورشید رو ہے بے حجاب
اپنے جامہ سے ہوئی جاتی ہے باہر چاندنی

آتش عشق کہین پھر نہ بھڑک اوٹھے ذکی
اختلاط اوس سے بہت گرم تمہارا دیکھا

آج تو انداز باتون کا ترا کچھ اور ہے
پا گئے ہم بھی کہ ہے غیرونکا سکھلایا ہوا

زیب مرزا جمال الدین عرف مرزا کلن فرزند مرزا بہادر نبیرۂ عالمگیر ثانی از خاقانی ہند ذوق باستفادہ پرداخت ٥

لہو مین بھر کے جو خنجر کو اپنے یار آیا
یقین ہے آج کسی بیگنہ کو مار آیا

زندگی دیکھیے ہو ہاتھ سے دل کی کیونکر
اسکے آتے ہین نظر اور ہی اطوار مجھے

بعد اک عمر لگی آنکھ ذرا سونے دے
نکر اے شور قیامت ابھی بیدار مجھے

حرف السین

سالک مرزا قربان علی بیگ خلف الرشید نواب عالم بیگ خان فرحمہ الشان در طور کلیم بتماہا سمت نگارش یافتہ امروز در حیدر آباد دکن سکونت دارد و با اسد اللہ خان غالب نسبت تلمذ درست کردہ گفتارش سادہ و پرکار است دو دیوان دارد ٥

وان دخل وہم کو نہ گزر ہے خیال کا
اچھی جگہ ہے دل کو بھروسا وصال کا

خلق خدا پہ رحم بھی کرنا ضرور ہے
مت دیکھنا کسیکو خبردار دیکھنا

دل وہ کافر ہے کہ مجھکو نہ دیا چین کبھی
بیوفا تو بھی اسے لیکے پشیمان ہوگا

کچھ بھی جو روز حشر بڑھایا نجائیگا
قصہ تمام ہم سے سنایا نجائیگا

خوبان ظلم دوست کو مین نے برا کہا
تم کیون خفا ہوئے تمہین اللہ کیا ہوا

صیاد اور بند قفس سے رہا کرے
جھوٹی خبر کسی کی اوڑائی ہوئی سی ہے

جانے دے اسے تصور جانان نکر تلاش بات کرتے ہین وہ گھڑیو نہین جیا کر سالک	ایسا نہو کہ وہ کہین دشمن کے گھر ملے وعدۂ وصل ہین اونکو بہی مزا آتا ہے

سائل مرزا محمد یار بیگ اوزبک دہلوی موطن تلمیذ حاتم و سودا ست

وہ حمایل ہوگیا دست شکستہ کی طرح ندیکہا زندگی مین اوسکو سائل	آہ اپنا جسکو مین نے قوت بازو کہا بھروسا کیا نگاہ واپسین کا

سپہر شتاب خان باشندۂ دہلی از مرزا صابر باستفادہ پرداخت دیوان دارد

تکلیف نماز اور ہمین زاہد سے عجب ہے دس عیر و نین آبیٹہے اگر ہم بہی تو کیا ہے	بیٹہے ہوئے کچہہ ہم بہی تو بیکار نہین ہین ایسے تو کچہہ ان لوگو نین ہم خوار نہین ہین

سجاد میر سجاد باشندۂ اکبرآباد فرزند میر محمد اعظم شاگرد ابرو ست

جب ہم آغوش یار رہتے ہین ہرگز آنے ندینگے غیر کو جان	سب مزے در کنار رہتے ہین ہونگے کیسے ہی ہم گئے گذرے

سحر میر ناصر علی ابن میر محمد علی ساکن کول از تلامذۂ ناسخ در ۱۲۷۹ھ تلخابۂ مرگ چشید و اوراست

کچہہ سخت نکہنا کسی بدمست کو ساقی نکلا ہے جو دم حسرت دیدار مین اے سحر	شیشے سے فزون ہے دل میخوار بغل مین کس پیار سے لیتی ہے سمجھے گور بغل مین

سحر منشی دیبی پرشاد ابن منشی چینی لال اصل وطن او بانگرمئو در جوار لکھنؤ ست آنا از زمانہا در شہر بدایون اقامت دارد و برعہدۂ سب ڈپٹی انسپکٹری مامور است علاوہ دیوان و واسوخت چند رسائل در فن بلاغت وغیرہ ترتیب دادہ اصلاح سخن از مرزا حاتم علی مہر بدست آورد و اوراست

تیغ ابرو سے قتل کر ظالم اوس غیرت چمن کو جو پہلو مین پائے دل	کون احسان اوٹہائے خنجر کا پہر سینہ مین خوشی سے نہ پہولون سمائے دل

رسوا ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا	قابل ہی تہا اسکی یہی تہی سزا دل
ہوتے مرے غیر پہ کر ظلم	کیا یار ابہی سے مر گئے ہم
آپکی سنکے بار بار نہین	ابتو ہان کا بہی اعتبار نہین
دل شگفتہ ہوا کی سیر چمن شاد رہے	باغبان جاتے ہین گلشن ترا آباد رہے

سحر مرزا افضل علی لکھنوی خوش باش جوار کلکتہ تلمیذ مرزا علی جان شفق ٥

بنگالین صبح مین ادکہن کی باتین	دیا بوسہ تو پیچ و تاب کہا کر
کہولا وہ چشم افسون گر مین سرمہ	دکہا و سحر کو جادو جگا کر

سحر منشی عبد المجید از باشندگان کاکوری فرزند غلام مینا ٥

نام کو مجہہ سے نہ الفت نہ ملاقات رہے	دنکو بہی آپ وہین رہیے جہان رات رہے
یہہ شب وصل مین گردون کی عداوت دیکہو	صبح ہوتی ہے مرے گہر مین پہر رات رہے

سحر شیخ امان علی نقد محمد امین لکھنوی موطن تلمیذ رشید برق دیوانے دارد ٥

جو کچہہ ہوا سو ہوا بس گذشتہ را صلوٰۃ	کہان تلک کوئی رویا کرے گلا دل کا
منہہ کو آئینہ مین کیا دیکہکے خوش ہوتے ہو	پہلے پیدا تو کر وچاہنے والا کوئی

سحر راجہ نواب علی خان ابن امیر علی خان از عمائد خیرآباد گزشتہ ٥

ہم خاک نشینون کا ستانا نہین اچہا	ہلجائینگے افلاک جو فریاد کرینگے
حور و غلمان کہان ناز و ادا صورت انسان	جنت مین بہی دنیا کے مزے یاد کرینگے

سحر مرزا زین العابدین خان چشم و چراغ نواب سالار جنگ از علم بہرہا داشتہ بزرگانش بہ بارگاہ فرخ سیر باریاب بودند او دیوانے مجلد و ضخیم گذاشتہ او راست ٥

بے تکلف تہے دل کے لینے تک	ہم سے اب آپ منہہ چہپاتے ہین
ہماری آہ پہ ہنستا ہے کیا تو	دکہا دینگے تجہے اسکا اثر ہم

اوسکے کوچہ کیطرف مین تو نجاوٗن سر بسر ... کشش دل ہے کہ کہینچے لیے جاتی ہے مجھے

سرور اعظم الدولہ نواب میر محمد خان خلف نواب ابو القاسم خان رکن رکین جہان آباد است دیوانے و تذکرۂ ریختہ نشا نمند خویش گذاشت اوراست ؎

کوچہ یار مین خوابیدہ اس آرام سے ہون ... شور محشر کو بہی ہوویگا جگانا مشکل

دیدۂ تر سے لگا خط کو نہ اوسکے تو سرور ... یار کے ہاتہہ کا لکہا ہے سبا دامٹ جائے

عبث ہے نامہ و پیغام کی امید مجھے ... ہزار مرتبہ قاصد جواب لایا ہے

مانع امید وصل ہوئی ورنہ ہجر مین ... قصہ ہی زندگی کا یہہ سب نقصان تہا

سرور مرزا رجب علی بیگ ابن مرزا اصغر علی از اہالی لکہنؤ بودہ است با نوازش حسین خان نوازش تلمذ داشت در خطاطی و موسیقی بہرہ اش بود فسانۂ عجائب و شگوفۂ محبت و گلزار سرور وغیرہ اورا یادگار است ؎

ہزار صدمہ یہہ دلنے ہمارے اُف بہی نکی ... جو اک رفیق ملا وہ بہی بے زبان ملا

کوچۂ قاتل مین جاکر اپنے ہاتہون جان دی ... مرتے مرتے کام آئے یہہ ہمارے ہاتہہ پاؤن

یہہ ہمکناری جانان ہے تازہ لطف اوٹہا ... گلے سے مل گئے سب بیچ و کنار رہوا

ہے شوق سرور ایسا غالب کہ جو قاصد سے ... کوسون ہی تلک حالت کہتے چلے آتے ہین

سرور مرزا عزیز الدین باشندۂ دہلی داماد ابو ظفر بادشاہ تلمیذ ذوق ؎

ہوتے ہین آپ چین بجبین بات بات پہ ... یہہ ڈہنگ ہے ادس کی جہکی صورت نباہ کی

سعادت سید سعادت علی از باشندگان امروہہ ہمعصر سودا است ؎

یار سے جو رقیب لڑتے ہین ... یہہ بہی اپنے نصیب لڑتے ہین

سعید مرزا آغا نجف نور دیدۂ مرزا امیر بیگ از سکنائے لکہنؤ خوش باش کلانؤر تلامذۂ مرزا مہدی قبول اوراست ؎

گر دیکہنی ہو شکل بت لاجواب کی ... عینک لگا لے چرخ سے و آفتاب کی

ہم دعا دینگے رہا کردے قفس سے صیاد	تو بچھلے پھولے گا ہم سیر چمن دیکھیں گے
مجھ خاکسار کو نہین حاجت سریر کی	ہے بوریائے فقر پہ عزت فقیر کی

سعید حکیم اکبر حسین باشندہ لکھنؤ چندے در بھوپال بتلاش روزگار طرح اقامت ریختہ سمند عزم را مہمیز کرد ؎

لبونپر انتظار یار مین اٹکا ہے دم میرا	اجل منھ دیکھتی ہے پاس آکر دمبدم میرا

سلطان خواجہ طالب علی خان المعروف بہ خواجہ سلطان جان فرزند خواجہ حسین علی خان از رؤسائے عظیم آباد و از احفاد خواجہ عبید اللہ احرار نبیرۂ خواجہ میر درد در موسیقی کمالے بہم رسانیدہ بود در ہر دو زبان پارسی و ریختہ خوش فکر میکرد در سنہ ۱۲۸۱ھ از دار الفنا بدار البقا رخت بربست ؎

دل کی جا سینہ مین میرے اوسکا پیکان رہگیا
میزبان جاتا رہا اور گھر مین مہمان رہ گیا

مانی ملینگی خاک مین سب موشگافیان	اوسکی کمر مین فرق اگر بال بھر رہا
اندنون حسن پہ آپ اپنے ہین مغرور بہت	اور سب باتین تو موقوف ہین چل دور بہت
چاہیئے عاشق و معشوق مین گرما گرمی	وصل کی رات نہین خوب یہ بے شرماشرمی
دام بلائے عشق مین ہم بے سبب پڑے	کمبخت دل یہ ہائے خدا کا غضب پڑے
ہمکو پردے سے فقط بات بنا آتی ہے	یا کبھی چاند سی صورت بھی دکھا آتی ہے

سلیمان مرزا سلیمان شکوہ بہادر خلف شاہ عالم بادشاہ طبعش را اندرین فن مناسبتے خاص بود کہ دیگران از وے کم بہرہ یاب اند اکثر سخنوران بر خوان بذل او جامی یافتند در سنہ ۱۲۵۳ھ محمل عزم سمت عدم راند از رحمت خدا سال وفات او بر می آید اکبر آباد خوابگاہ اوست دیوانے از و یادگار ماندہ این چند ابیات ازان اوست ؎

جنازہ ترے دیوانیکا اس توقیر سے اوٹھا | کہ شور نالہ ہر اک خانۂ زنجیر سے اوٹھا
کرے یہہ کاش فلک سیر سے بند بند جدا | یہ مجھ سے ہو نہ مرا شوخ خود پسند جدا
لبوں پہ آکے جو نالہ نہ ہٹ گیا ہوتا | تو آسمان و زمین سب اولٹ گیا ہوتا
زخم کھاکر جو گرا مین تو وہ یہہ کہنے لگا | اچھا اچھا تو تڑپ کر مری تلوار کو توڑ
برقع نہ اوٹھا بزم مین تو منہ سے وگرنہ | حالت ابھی ہوجائیگی تغییر کسو کی
گالی نہ دیا کرو کسیکو | بس بس اپنی زبان سنبھالو
یہہ طفل اشک آنکھوں سے نکل کر | مری چھاتی سے پہروں لگ رہے ہے

سلیم میر عباس ابن میر عالم ساکن لکھنؤ تلمیذ آتش دیوانے ادراست ؎

وائے قسمت نہوا یار بغلگیر سلیم | رہ گیا عید کو ارمان مرے دلکا دلمین

سلیم تخلص علی حسن خان نام گرد آور این جریدہ و مؤلف این صحیفہ ابن نواب والاجاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان بہادر ترجمہ مفصل در صبح گلشن نگارش آوردم اینجا برہمین قدر اقتصار میرود کہ بروز چہارشنبہ چہارم ربیع الآخر سنہ ۱۲۸۳ھ از خلوتکدۂ عدم بہ بزمگاہ وجود آمدم بعد پرورش بظل شفقت والد ماجد عز مجدہم در اندک مدت اکثر کتب درسیہ فارسی و عربی از مولوی محمد احسن صاحب بلگرامی وغیرہ بپایان رسانیدم و امروز ہم برسر این کارم و در علم حدیث از مولوی سلامت اللہ صاحب استفادہ می نمایم خدایش بپایان رساناد پیشتر در پارسی بیشتر فکر میکردم و براہ ریختہ پائے افشردم مگر از چند روز بترغیب احباب عنان توجہ باین سمت تافتم ہرچند گفتار خویش را لایق اندراج نمی یابم و بہ بزم سخن ہم پہلوے سخنوران نشستن نمی خواہم مگر بحکم آنکہ ؎ زنیکان کہ داند اگر بد نباشد ؀

آنچہ از ان خود دارم برطبق عرض میگذارم یارب بمنظور نظر ذرات نگہان باد و مقبول طبائع روشن طبعان ؎

غمزۂ و ناز و عشوہ و انداز — انہین دو چار نے تو مارا ہے
شوق نے اب او ر مضطر کر دیا — چٹکیان لیکر دل ناشاد مین
تجہ سے ظالم کے جو را وٹہاتے ہین — یہہ دل اور یہہ جگر ہمارا ہے
اگر بگڑی ادا زلف دوتا کی — اوڑا دون دہجیان باد صبا کی

کہڑے ہین کب سے ساقی لئے ہم در پہ پیمانہ
نہو جائے گا خالی ایک دو چلو سے میخانہ

سلیم اکسیر ہے مجہکو غبار کوچۂ جانان — اوڑا اون خاک جنگل کی نہین مجنون سا دیوانہ
درد فراق اوس سے بیان کیجیے تو وہ — کہتا ہے رہنے دیجیے بس بس سنا سنا
تم تو سلیم کہتے تہے اوس سے لڑینگے ہم — تم آج وان گئے تہے کہو کیا کہا سنا
جلوہ گر آنکہو نمین جب رم لب جانان ہوگا — تار نظارہ رگ لعل بدخشان ہوگا
دیدۂ دل سے نہان ہوگی اگر زلف تری — صحن گلزار ہمین گوشۂ زندان ہوگا

سلام نجم الدین علی خان ولد شرف الدین علی خان پیام متوطن شہر اکبر آباد
بودہ است

حدیث زلف چشم یار سے پوچہہ — درازی رات کی بیمار سے پوچہہ

سودا میر محمد رفیع ابن محمد شفیع کابلی موطن و دہلوی مسکن مرد میدان سخنوریست
و آفتاب سپہر نکتہ پروری در ستایش او لب کشادن داد خامہ فرسائی دادن است
دانا داند و شناسا شناسد کہ پایۂ سخن او از کجا بہ کجے می رسد آرے خوردہ گیران
از جہت ہجو و مذمت گفتارش را نمی پسندند مگر این چہ از تعصب بیجا ست کہ از راہ نہ دانستن
فرسنگہا رفتند اگرچہ ہجو و مذمت فی نفسہ کار نکوہیدہ است امّا اقتضاے سخن
فہمی آنست کہ ہر سخن را روش ہمان سخن بنگرد گر فتم کہ سودا کام بر راہ ہجو بیشتر کشادہ
و بہ جادۂ مذمت پا نہادہ اما دیدنی است کہ دران ہم بچہ عنوان افسون سخنوری

دمانیده است وسکهٔ نغز بیانی باقلیم سخن نشانیده المختصر به تلمذ شاه حاتم نسبت دارد از نواب آصف الدوله بخطاب ملک الشعرا مخاطب گشته وسخن آشنائی بران ربا نیاورده در ۱۱۹۵ براه عدم پا نهاد وکلیات اورا یادگار است ؎

صحبتوں کا نہ کرو غیر کی مجہہ سے اخفا
کونسی شب تہی کہیں وان پس دیوار نہ تہا

ہاتہکی پہونچے ہے کب تک خدا یا مری دعا
دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا

نگاہ مست نے ساقی کے عالم کو چہکا ڈالا
کہیں بیہوش ہے شیشہ کہیں ساغر ہی متوالا

غیروں کی بات پر نہ کہوں کان مت رکہو
لیکن کبہی تو میری بہی فریاد کیطرف

سودا کو کہتے ہیں کہ ہی اوس سے مصاحبت
کتنا غلط یہہ حرف بہی مشہور ہو گیا

کہتے تہے ہم نہ دیکہہ سکیں تجہکو غیر پاس
پر جو خدا دکہائے وہ لاچار دیکہنا

ہاتہوں میں پہونچنیکا نہیں اوسکو ناصحا
ہوئی جو کچہہ تہی قبلہ حاجات ہوگئی

غنچہ سے مسکرا کے اوسے زار کر چلے
نرگس کو آنکہہ مار کے بیمار کر چلی

یارو وہ شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہوگئی

دہن غنچہ کا جب دیکہوں ہوں گوش گل پہ گلشن میں
تو اپنا درد دل کہنا کسی سے یاد آتا ہے

اثر ہے آہ میں ہرچند نے تاثیر نالے میں
پر اتنا ہی کہ ان دونوں سے میرا جی بہلتا ہے

نے ضرر کفر کو نے دین کو نقصان مجہسے
باعث دشمنی اے گبر و مسلمان مجہسے

تنہا ہے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بہی

سمجہیں تیغ تلے کہہ تو ستم سے کہ سر دہر دے
پیارے یہہ ہمیں سے ہو ہر کاری دہر دے

پہر نظر تجہکو نہ دیکہا کبہی ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مر مر تے

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا نہ کوئی کسی سے وفا کرے

گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوبرو ۔۔۔ زاہد تجھے قسم ہے کہ تو ہو تو کیا کرے

سوز مولوی عبدالکریم لخت جگر مولوی امام بخش صہبائی دہلوی عذوبت از ناصیہ گفتارش پیداست ہ

ہوتے ہی ہوگا اثر اس نالۂ شبگیر کا ۔۔۔ راہ پر آنا کوئی آسان ہے چرخ پیر کا
کچھ ترا شہرہ ہوا کچھ میری رسوائی ہوئی ۔۔۔ رفتہ رفتہ یون ہی ظاہر راز پنہان ہو گیا
کوئی افسانہ غم دل کے برابر نہوا ۔۔۔ لکھے سو حرف پر اک حرف مکرر نہوا
تو مر جائیے کہین سوز غم مین رک رک کر ۔۔۔ ذرا تو حال کہا کر کسی سے یار اپنا
ظالم ترے تشنون کا گلو تر نہین ہوتا ۔۔۔ جب تک کہ روان حلق پہ خنجر نہین ہوتا
تو بھی دے چاہی جس انداز سے آزار مجھے ۔۔۔ مین بھی دیکھون کہ ترے ساتھ ہے کیا پیار مجھے

سوز محمد میر فرزند ضیاء الدین دہلوی مولد بخاری موطن مقیم لکھنؤ در خطاطی مشاق و بہ تیر اندازی شہرۂ آفاق بودہ پیشتر میر تخلص میکرد چون میر تقی بہ لکھنؤ رفتہ سوز تخلص گزید کلامش سنجیدہ و نکوست ہمانا گواہ فکرت اوست اور است

اہل ایمان سوز کو کہتے ہین کافر ہو گیا ۔۔۔ آہ یارب راز دل او نپر بھی ظاہر ہو گیا
تن چاک سینہ سوزان دل داغ چشم گریان ۔۔۔ تو دیکھتا نہین ہے تجھکو دکھائین کیا کیا
کیون طفل اشک تجھکو آنکھون مین بیٹھے پالا ۔۔۔ اسپر بھی میرے منہہ پر تو گرم ہو کے آیا
کی فرشتونکی راہ ابر نے بند ۔۔۔ جو گنہہ کیجیے ثواب ہے آج
کہیو اے باد صبا بچھڑ کے ہوئے یارونکو ۔۔۔ راہ ملتی ہے نہین دشت کے آوارونکو
قاصد سے تو پوچھا تھا کہ کہا ہی تو کسکا ۔۔۔ دہشت سے اوسے یاد مرا نام نہ آیا
قتل سے یہ بیگنہ راضی ہے اپنے اس لئے ۔۔۔ ہاتھہ مین اگر رنگ تو دامان قاتل ہوئیگا
مین اگر قید حیا سے چھوٹون ۔۔۔ ناصحا تیری بلا سے چھوٹون

سر زانو پہ ہو اوسکے اور جان نکلجائے — مرنا تو مسلم ہے ارمان نکل جائے

منہہ دیکھو آئینہ کا تری تاب لا سکے — خورشید پہلے آنکھہ تو تجھہ سے ملا سکے

اشک خون آنکھوں مین آکر جم گئے — دور کے بھی دیکھنے سے ہم گئے

مثل نَے ہر استخوان مین درد کی آواز ہے — کچھہ نہین معلوم یارب سوز ہے یا ساز ہے

فرض کیا مین نے وہ ہے سنگدل — آہ مین اپنے بھی اثر چاہیے

سیاح میا نداد خان ابن عبد اللہ خان تلمیذ غالب دہلوی باشندہ اورنگ آباد عمرہا بسیر و سیاحت ماندہ مدتہا برفاقت نواب غلام بابا رئیس سورت بسر بردہ گویند کہ بعلت جرم دایم الحبس گردیدہ طبع شگفتہ دارد اور راست ٥

عبث جاتا ہے کعبہ کو خدا نزدیک ہو دل سے — تو کیا نادان ہے زاہد فائدہ تحصیل حاصل ہے

کہون گر جان تو سمجھے کہ ہمکو بیوفا سمجھا — سمجھ اوس بدگمان کی سارے عالم سے نرالی ہے

بچھاتا خار غم ہو وان جہان بستر لگاتا ہون — کھٹکتی ہے مری دو دن کی فلک کو زندگانی ہے

حرف الشین

شاد شخصے از باشندگان پٹنہ بود بر روئداد آگہی دست نداد ٥

خون ٹپکنے تھا آنکھوں سے لگے جھڑنے شرر بھی — کامل ہوئے فن اپنے مین ہم دیدہ تر بھی

شاد شیخ محمد جان فرزند وارث علی باشندہ لکھنؤ تلمیذ میر کلو عرش و در پارسی از مرزا علی اکبر شیرازی اصلاح میگرفت اور راست ٥

جیتے ہی جی نہ پوچھا پوچھینگے کیا مرے پر — مردے کی روح کو بھی گھر سے نکالتے ہین

شاد فضل علی از تلامذہ مصحفی بود دیوانے گزاشتہ اینکا از گفتارش بہم رسید ٥

عجب کمبخت وہ ساعت تھی اے شاد — لگا تھا جس گھڑی اوس سے مرا دل

شادان مرزا حسین علی خان دہلوی فرزند مرزا زین العابدین خان عارف مرزا نوشہ باصلاح گفتارش پرداخت او راست ہ

شادان نے دل لگا کے بہت نے برا کیا / اوس سے یہہ راز عشق چھپایا نجائیگا

شادان رحمن بخش بن فیض بخش تاجر از شاگردان عبد الغفور خان نساخ وطن وی فرید پور بود اما از بیرنگی زمانہ بزرگان او بکلکتہ اقامت گزیدند ہ

جو کہتا ہون نہ مل اغیار سے فرماتے ہین ہنسکر / بھلا کہیئے تو میرے آپ کیا مختار بیٹھے ہین
ذکر وفا پہ دیتے ہو کیون گالیان مجھے / گر جی سنجا ہے آپکا اچھا نہ کیجیے ہ

شاعر میر بسم اللہ از سکنائے لکھنؤ این میر نوروز علی شاگرد کرامت علی خان فرخ دیوانے دارد ہ

سنین سو گالیان اک بوسہ لیکر ای پری پیکر / پھر اب آزردہ کیون ہے تو حساب دوستان در دل

شاکر شاہ شاکر علی دہلوی موطن مرد درویش صفت و صاحب دل بود ہ

ہم تمھارے ہین تمھین ہم سے ہی شرمانا کیا / دور سے شکل دکھا کر ہمین ترسانا کیا

شاکر منشی عبد السبحان بن قاضی اکبر علی از اہالی کلکتہ بود و از مولوی عصمت اللہ الشیخ باستفادہ پرداخت ہ

تڑپتے ہین ترے کوچے مین قاتل نیم جان کتنا / تماشے مرغ بسمل کے دکھاتے ہین جوان کیا کیا
کاہیدگی جسم کا ممنون کیون نہون / پہونچا ہین کوے یار مین باد صبا کے ساتھ
ڈر موت کا جینے کی تمنا نہین رکھتے / ہم دلمین کسیطرح کا کھٹکا نہین رکھتے

شائق مرزا اختاور شاہ بہادر خلف الصدق ابو ظفر بہادر شاہ تلمیذ رشید حافظ قطب الدین مشیر ہ

لائے اسے آہ جگر تو اوسے یا نالۂ دل / کون دونو مین کرے جلد اثر دیکھین تو

شرر حافظ میر حافظ نبیسہ حافظ اشرف متوطن دہلی ہ

یہہ بیخودی ہے شرر کو کہ جانتا ہی نہین — زمین ہوتی ہے کیسی اور آسمان کیسا
تم جانتے تو تہے کہ مروت نہین ذرا — مرنا تمہین بتو نیہ شرر کیا ضرور تہا

شرر مرزا غیاث الدین ابن قمر الدین شیدا از احفاد شاہ عالم بادشاہ و تلمیذ ذوق دہلوی ؎

ہر جفا کو تری وفا کہیئے — یہہ نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے
چشم دریاے خون ہے یا طوفان — کیا بلا ہے یہہ ماجرا نہ کھلا
تجھے دکہادون تماشا مین بیوفائی کا — یہ کیا کرون کہ تجھے منہہ ہے آشنائی کا

شفق مرزا علی جان ابن مرزا جان تلمیذ رشید ہجر باشندۂ لکہنؤ دیوانش تلف گشتہ این دو بیت از وست ؎

طمع دو آنسوؤنکی بھی نہ رکھو اہل دنیا سی — شفق جی بہر کے رولو جیتے جی کر جاؤ غم اپنا
جو بات کی اونہون نے خبر ہوگئی ہمین — حاصل ہوئی ہی عشق سے ہمکو صفاے دل

شمیم سید قدرت علی فرزند میر انتظام علی سہسوانی بزرگان او اندرین ریاست تعلق ملازمت دارند ازین جہت او ہم درینجا اقامت دارد منشی صبا سہسوانی مصلح گفتار اوست ؎

ہجر مین آگ نظر آئی شراب گلگون — ساغر مے کو ہتیلی کا پھپھولا سمجہا
یہہ کاکل کبھی سمجہا کبھی مہر روشن — اللہ اللہ ترے رخسار کو کیا کیا سمجہا

شمس میر آغا علی تلمیذ قاضی محمد صادق خان اختر باشندۂ لکہنؤ ؎

بشر کا حسن کیا شے ہی طبیعت آ ہی جاتی ہے — دعاؤن سے نہین کٹتی یہہ آفت آ ہی جاتی ہے
یہہ تو فرمائیے کب آئیے گا — لو خوشی آپکی رخصت ہی سہی
نکرو بات ادہر دیکہہ تو لو — نہین الفت تو مروت ہی سہی
کٹی شب یار کی آرایشون مین — سحر تک زلف بگڑا کی بنا کی

ستاور صاحب مرزا ابن شاہ میرخان نیشاپوری ساکن فیض آباد اقامت گزید لکھنؤ تلمیذ آتش ؎

یاد ہین مجھکو بھی عیاری کے دستور بہت
آپ گر دور تو بندہ بھی ہے پھر دور بہت

لحاظ اپنا وہی رہتا ہے ہمبستر بھی ہوتے ہین
اگر وہ پھیل کر سوتے ہین تو ہم بھی سمٹتے ہین

دینا تھا مرا خط اوسے غیرونسے چھپا کر
اتنی بھی تجھے عقل نہ ای نامہ بر آئی

شوق شیخ الٰہی بخش از سکنائے اکبرآباد ملازم مرزا مظفر بخت در ۱۲۷۱ھ جامۂ ہستی گزاشت در پارسی و ریختہ دو دیوان دارد ؎

اوس خاکسار کو کوئی کیونکر اوٹھا سکے
جون نقش پا جہان کہ یہہ بیٹھا وہین رہا

شوق مولوی قدرت اللہ متوطن موضع موی مضافات سنبھل مرادآباد مقیم رامپور افغانان از علمائے مشاہیر بودہ است این بیت از وست ؎

اے خدا یون بھی کبھی تیری خدائی ہوگی
کہ مجھے اوسکی جدائی سے جدائی ہوگی

شوکت میر حسین علی از عمائد دہلی بود چہ خوش نغمۂ شیرین میسراید ؎

جرم ہے مستی کے کعبہ مین نہو رہ تو نہو
بتکدہ کا تو خدا کے فضل سے ہے در کھلا

اوس سنگدل کے دلمین تو تاثیر کچھ نکی
کیا فائدہ فلک سے جو نالہ گزر گیا

جی لگ گیا قفس سے ہمین کچھ نہین خیال
موسم بہار کا کدہر آیا کدہر گیا

ساقی ترے طفیل سے ہمکو مہ صیام
معلوم ہی نہین کدہر آیا کدہر گیا

شکوہ مین کرنے لگا تھا پر جفائے یار سے
لب تک آئے آئے وہ سب حرف افغان ہوگیا

وصل کا وعدہ نہین تو قتل کا وعدہ سہی
دل کے بہلانے کو میرے کوئی صورت چاہیئے

شوکت نے جان دی ترے در پر ہزار شکر
وہ مرتے مرتے یہہ بھی بڑا کام کر گیا

تھی عار جنکے نام سے کی اون کی التجا
لگ جائے آگ اس دلِ خانہ خراب کو

جبکہ ابرو کا اشارہ ہی کرے عالم کو قتل
اوس ستمگر کی بلا لیتی ہے خنجر ہاتھہ مین

شہرت مرزا حاجی بن مرزا قیام الدین از اولاد شاہ عالم بادشاہ تلمیذ عبدالرحمن خان احسان گفتارش ہمہ مایۂ انتخاب است او راست ؎

پہوٹ کر رونے سے اپنے زخم دل خندان ہو
ہم اگر روئے بہی تو اس رونے پہ ہنسنا ہوا

کچہہ نشان مجہہ بے نشان کا بعد مردن نگیا
حسرتین ہو ہو کے اکجا جمع مدفن نگیا

مہلت بقدر گردش ساغر تو دے فلک
ساقی کو ڈہب پہ لائے ہین سو التجا سے ہم

تہوڑی امید وصل پہ رسوائیان ہوئین
جان دینی اب قبول پہ کرتے دعا نہین

لبون پہ آنے نپایا تہا اپنے حرف امید
کہ اتنی دیر مین وہ ہو گئے خفا ہم سے

نہ چہوٹا زلف سے دل اور نہ دل زلفین نباٹنے سے
یہہ وہ جنجال تہا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

شہیدی منشی کرامت علی خان ولد عبد الرسول خان عروضی لکہنوی با مصحفی و نصیر دہلوی نسبت تلمذ داشت در عروض و سیاق دستگاہ بلند و پایۂ ارجمند بہم رسانیدہ بیشتر در سیاحت ماندہ در ۱۲۵۶ھ بعد اداے حج بیت اللہ بمدینہ منورہ رسید چون نظر بروضہ مطہر گماشت قالب خاکی گذاشت دیوانے دارد ؎

نام سنتے کا سننے سے جیسے غش آتا ہو
وہ جنازے پہ شہیدی کے مگر آیا

جلد انصاف جبکا خلق کا اے داور حشر
پہر قیامت ہے جو وہ شوخ ستمگر آیا

وعدہ شام پہ کی ہمنے عبث جاگ کے صبح
وہ اوسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

ہزار مرتبہ دیکہا ستم جدائی کا
ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

شہیدی حشر کے دن بہی ہمارا ہو چکا اوٹہنا
یہی عالم رہا بعد فنا گر ناتوانی کا

شاد ہو ہو کے جلاتا نہ مجہے یون ہر دم
گر وہ بے رحم مرے حال سے غافل ہوتا

ہو چلا خنجر بیداد کا بسمل ٹہنڈا
لے ہوا اب تو کلیجہ ترا قاتل ٹہنڈا

بیمار محبت کو اب اللہ شفا دے
سنتے ہین کہ ہاتھہ اوس سے مسیحا نے اوٹھایا

گر کچھہ مزا ملا تو شہیدی اوسیکے ہاتھہ
خنجر تو یون گلے پہ مرے بارہا پھرا

کانون سے سنا کرتے تھے ہم جادو ہی اک شی
آنکھون سے تری نرگس فتان نے دکھایا

ہم نہ پہونچے اپنے مطلب کو نہ پہونچے پر خدا
یہہ نہ سنوائیے کہ مطلب غیر کا حاصل ہوا

ظالم کبھی تو بام پہ آجا کہان تلک
بہلائیے جی کو کوئی در و دیوار دیکھکر

یا کیا نہ ایسا ہون گر مر جاؤن میری قبر پہ
لا کے پروانہ چراغ اور گل چڑہائے عندلیب

ہو گئے عشاق نوازی کے وہ دلسے مصروف
ہائے مقبول ہوئی میری دعا میرے بعد

بیقراری دلکی مین کیونکر جتاؤن یار کو
سینہ پر جب ہاتھہ رکھتا ہی ٹھہر جاتا ہے دل

مین تو سمجھاؤن ہزار اوسکو شہیدی لیکن
میرے سمجھانے سے کب یہہ دل شیدا سمجھا

دل مین کچھہ سوچ کے شرمندہ سا رہجاتا ہے
گھر مین سن سنکے وہ چرچا مری رسوائی کا

اغیار کا منہہ تھا مجھے محفل سے اوٹھاتے
سچ یون ہے تری رنجش بیجا نے اوٹھایا

میرے دم نکلا اوس گلی مین حشر کا ہنگامہ تھا
اپنا لاشہ اوٹھتے ہی سب شور و شر جاتا رہا

سو نہ دو تم دو ہی دو بوسے ولے اک ڈھب کے دو
ہے مثل مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہین کٹتے
دن عیش کے گھڑیون مین گزر جاتے ہین کیسے

قتل کرتا ہے مجھے وہ اپنا عاشق جانکر
ہاتھہ سے اوسکے گلے پر میرے خنجر کیا چلے

مدعا گر کام دل ہے یار سے
دن مین سو آسکتے ہین بازار سے

ظلم و جفا کا طور و طرز آنکھون دکھا دیا کہ یون
مہر و وفا کے باب مین منہہ سے نہ کچھہ کہا کہ یون

شیرین تخلص حضرت عفیفۂ دوران و معصومۂ زمان بزم افروز ابہت و اجلال مسند آرائے جاہ و اقبال زیب اورنگ سروری درۃ التاج برتری جناب

نواب شاہجہان بیگم صاحبہ المخاطب برئیس ولا و راعظم طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند کار کیاے ریاست بہوپال دام ظلالہا علی العالمین بالاقبال والاجلال ترجمۂ حافلہ حضرت ایشان در صبح گلشن وشمع انجمن بہ بسط تمام سمت نگارش یافت ومحامد ومحاسن جمیلہ ایشان کالشمس فی نصف النہار روشن تر است محتاج گزارش نیست سال ولادت ایشان از خورشید اقبال ۱۲۵۰ در رایب در اوائل از انچہ بریختۂ فکر فرمودہ دیوانے ترتیب داد کہ بقالب طبع ریختہ شد بیشتر در پارسی گفتار فکر میفرماید کسے را از ذکور و اناث نشنیدہ یا کہ باین ہمہ اشتغال عظام امور ریاست وہجوم کار و بار سیاست وعدالت در تنگناے سخن باین عنوان شایستہ پا گزاشتہ باشد دریخجا چند ابیات از گفتار سابقۂ ایشان انتخاب زدہ نذر دیدۂ ارباب بصیرت می نمایم چہ زیبا می فرماید ؎

پہلی سی اُنکا وٹ نہین اب ہی نظر لطف — آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا
کافر کیا مجھکو بھی تری زلف نے کافر — اس لام نے کھویا ترے اسلام ہمارا
تم وہ نہین رہے ہو تو ہم بھی نہین ہین وہ — اسوقت مین جو ہمکو بلایا تو کیا ہوا
سرخرو ہونیکے قابل کیا حنا تھی مین نتھا — آپکے قدمونکے نیچے اوسکو جا تھی مین نتھا
حال دل کہنے کے قابل ہی نہین ہم کیا کہین — تم کہو اپنی نہ پوچھو ہمسے تمکو کیا ہوا
قابل پابوس ہی کیا ہم نہین ہین آپکے — کیا خطا کی ہم نے گر چوما قدم کو کیا ہوا
عرش تک جاتا تہا یا اب کان تک جاتا نہین — ہمنشینو میرے نالے کے اثر کو کیا ہوا
کیون نہ آتے ہی وہ اوٹھ جاتے مرے پہلو سے — بیٹھنا دیر تلک منع ہے بیمار کے پاس
درد فراق ہی مین سدا مبتلا رہے — دنیا مین اسطرح بھی رہے ہم تو کیا رہے

شگفتہ اعظم بیگ خان متوطن لکھنؤ تلمیذ جرأت ؎

وقت خلوت نہین کہہ سکتے جو کچھ یار سے ہم — بیٹھے منہہ تکتے ہین حیرت زدہ لاچار سے ہم

شیفتہ نواب محمد مصطفے خان بہادر خلف ارشد عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب

مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ از عمائد دہلی بودہ است در ریختہ بمومن خان دہلوی تلمذ داشت و در پارسی از مرزا نوشہ باستفادہ پرداخت گفتار دلنشینش روح فصاحت است و جان بلاغت و سخن شیرینش بیخ لطافت ست و اصل سلاست در سنہ ۱۲۸۶ کوس رحلت نواخت و تذکرہ و دیوانے یادگار گذاشت این نغمہ شیرین از جوش فکرت اوست چہ خوش گفتہ

آپ مرتے تو ہین پہ جیتے ہی ہین ابتک
شستگیٔ ضعف یہ جو اٹھے وہ ستمگر آیا

کون کہتا ہی کہ ظلمت مین کم آتا ہی نظر
جو نہ دیکھا تھا سو ہم نے شب ہجران دیکھا

بسکہ آغاز محبت مین ہوا کام اپنا
پوچھتے ہین ملک الموت سے انجام اپنا

سب باتین اونہین کی ہین یہ سچ بولیو قاصد
کچھ اپنی طرف سے تو تصرف نہین کرتا

تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنا دیا

خیر جو گذری سو گذری پر یہی اچھا ہوا
خط دیا تھا نامہ بر نے اونکو تنہا دیکھکر

کہہ ہم سے خفا وہ ہین کہو اون سے خفا ہم
مدت سے اسیطرح نبہے جاتی ہی باہم

آنکھون نے یون اشارہ دشمن نہ دیکھتے
ہوتے نہ اسقدر جو نگہبانیون مین ہم

کہتا ہون جو غیر سے نہ ملیے
کہتا ہی کہ کیا مین بیوفا ہون

ہم بھی دکھاتے غیر سے اخلاص کا مزا
آفت تو یہ پڑی ہے کہ تم بدگمان نہین

غیر سے حرف تمنا سے جفا کہتے ہو
کس سے کہتے ہو تمہین خیر ہی کیا کہتے ہو

اونکا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بیقرار
وان کچھ نہو تو جوش بیان اسقدر نہو

خجل ہون آپ مین بیوقت اپنے آنے سی
تم اور رکتے ہو ہنس ہنس کے شرمسار مجھے

ایسے جفا سے یار مین پائے مرے کہ بس
منکر ہی ہو گیا مین عذاب الیم کا

یاس سے آنکھ بھی جھپکی تو توقع سی کھلی
صبح تک وعدہ دیدار نے سونے نہ دیا

نہ لکھنا تھا غم ناکامی عشق
جواب نامۂ بے مدعا کیا

میرے آنے سے تم اوٹھہ جاتے ہو
بزم دشمن مین بٹھاؤن کیونکر

ایسی رغبت سے کرے قتل گمان کا ہی کیا تھا
شیفتہ اوسکو تو لو تم سے محبت نکلی

ناصح تری زبان ترے بس مین نہو تو پہر
انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے

پھر بلا سے کوئی بیٹھے شیفتہ
اوٹھہ گئے جب آپ کوے یار سے

ایک حالت پر نہین رہتا کوئی
اب وفا ہو بیوفائی ہو چکی

بے عذر وہ کر لیتے ہین وعدہ یہہ سمجھکر
یہہ اہل مروت ہین تقاضا نکرینگے

شیخ محمد جان باشندۂ لکھنؤ در خوشنویسی ید طولے دارد بیتے از گفتار سابقۂ او
گوش خوردم کہ بضبط کتابت در آوردم ؎

الفت مین اونچ نیچ نہ سوجھی جہان کی
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

حرف الصّاد

صابر مرزا قادر بخش فرزند مرزا کرم بخت بہادر نبیرۂ مرزا معز الدین جہاندار شاہ
بادشاہ دہلی با عبد الرحمن خان احسان و مولوی صہبائی نسبت تلمذ داشت تذکرہ
و دیوانے بزبان ریختہ یادگار خویش گزاشت ؎

کیا ہمکلام ہون کہ خدا نے بنا دیا
اسے یار بے وہان تجھے اور بے زبان مجھے

صاحب شیر زمان خان نبیرۂ و تلمیذ عبد الرحمن خان احسان متوطن دہلی ہم
از ذوق دہلوی استفادہ داشت اوراست

شرمندہ ہے ناکامی فرہاد سے اتنا
ہرگز کبھی تیشہ کا سر اوپر نہین ہوتا

ذرا آنکھون نہیں رکھنا اوسکو صاحب
کہین یہہ طفل اشک ابتر نہو وے

صادق صادق علی خان المعروف بہ میان مستا بیگ تلمیذ رنگین بخش جرأت مصلح گفتار او بوده این رباعی از گفتار اوست

کس سے کہوں آه جا کے حالت دلکی — گھٹتی جاتی ہے روز طاقت دل کی
وه جان جہان نہ آیا اور جان چلی — افسوس رہی دل ہی مین حسرت دل کی

صالح مرزا مصلح الدین ابن مرزا حسین بخش نبیسۂ ابو ظفر بادشاه از ارشد تلامذۀ مرزا پیارے رفعت ادراست

نکلتی جان تو کیونکر نکلتی — کہ دم تو یار مین اٹکا ہوا تھا
وه لوگ کون تھے کہ جو برسون ستم سہے — اپنا تو دو ہی دن مین عجب حال ہو گیا
ہمکو تو دل لگی مین اوٹھی ہین جلا تین — سو دل خدا جو دیوے تو سو جا لگائیے
زندگی کی کوئی صورت نہین آتی ہے نظر — درد دل مین یہ اوٹھا ہے کہ خدا خیر کرے

صبا منشی محمد صابر حسین فرزند منشی احتشام الدین حسین از باشندگان سہسوان از قدر افزائی رئیسہ عالیہ اندرین ریاست تعلق ملازمت دارد در ہر دو زبان پارسی و ریختہ دستگاه دارد مثنوی شوکت خسروی بروش سکندر نامہ بمدح رئیس رامپور نتیجۂ فکر اوست میگویند کہ بارہا گفتار خویش گرد آورد و بدیگران قسمت نہاد امروز بیشتر از دو سہ غزل از آن ادنخواہد بود این ابیات چند او راست چہ خوش گفتہ

شب وصلت ہی خلوت مین نہ غیر آئے لگا ٹھہرے — نہ اندیشہ رہے دلمین نہ آنکھون مین حیا ٹھہرے
کرے وه قتل یا چھوڑے صبا ہی اختیار اوسکو — وہی مرضی ہے اپنی بھی جو قاتل کی رضا ٹھہرے
جیتے جی موت کی بھی یاد نہ بھولے انسان — رہے عالم مین مگر اور ہی عالم مین رہے
یان شوق کی کثرت ہی تو وان شرم ٹھری ہے — جھگڑا ہے سوالات ہے کم دیکھئے کیا ہو

صبا میر وزیر علی ابن میر بنده علی لکھنوی موطن تلمیذ رشید آتش در ۱۲۷۱ از پشت اسپ بر افتاد و جان بداعی اجل داد سخن شایستۂ سیف باید

اللہ رے اونکا غصہ اتنا نہین سمجھتے — کیونکر کوئی جئے گا جب یون عتاب ہوگا
لے گیا چھین کے دل وہ بت پرفن کیسا — رہ گئے دیکھتے سنہہ شیخ و برہمن کیسا
آدم سے باغ خلد چھٹا ہم سے کوے یار — وہ ابتداے عشق تھی یہہ انتہاے عشق
تجربہ دونونکی جان بازیونکا کردم قتل — امتحان غیر کا میرا سر میدان ہوجاے

صبا کانجی مل فیروزآبادی موطن و لکھنوی مسکن شاگرد مصحفی در عین شباب درگزشت
دردیوانے یادگار گزاشت اوراست ؎

افسوس وہ آرام عدم مین بھی نہ آیا — جسکے لئے دنیا سے سفر ہم نے کیا تھا
مجھے آتا ہے تجھپر رحم اوس قاتل کے کوچہ مین — لئے جاتا ہے نامہ آج تو اے نامہ بر کس کا

صبا مرزا راجہ شنکر ناتھ بہادر ولد راجہ رام ناتھ بہادر تلمیذ سعادت یار خان
رنگین این دو بیت از نتایج افکار اوست ؎

کیا پوچھتے ہو جور و ستم مجھ سے یار کا — دیکھو نہ حال میرے دل بیقرار کا
ہون مین صدقے ترے بہانے کے — خوب ڈھب یاد ہین نہ آنے کے

صبر اجودھیا پرشاد کایستھ باشندہ شاہجہان آباد از منشی بسنت سنگھ نشاط
وشاہ نصیر استفادہ پرداخت ؎

خزان کے روز تو رو رو کے باغبین کاٹے — پھنسے قفس مین جو اب موسم بہار آیا
صبر کب دیتے تھے ہم اوس گل پیچان کو دل — آپ سے مانگا تو پھر موقع نہ تھا انکار کا
بدنامیان ہین باعث نام آوری یہان — ہم جانتے تھے عشق مین کچھ عز و شان نہین

صدق شیخ محمد اشارت علی خلف شیخ نوازش علی کمبوہ از سکناے میرٹھہ باندا فغان
گرم تلمذ داشت اوراست ؎

اے صدق ضعف سے مری آواز بند ہے — اوس بدگمان کو وہم کہ مغرور ہو گیا
مین کہان وہ کہان کہان جلسے — چشم بد لگ گئی مقدر کو

حصر چہ محمد میر خان مشنیدہ ام کہ یکے از تلامذۂ میر امداد حسین صفیر بودہ زیادہ برین آگہی نیافتم

وعدۂ وصل تو ہر روز ہوا کرتا ہے
آج دے ڈالئے اک بوسہ کڑا دل کرکے

صفدر تخلص نواب صفدر علی خان ابن نواب محمد سعید خان بہادر مرحوم والی رامپور عم عالیمقدار نواب کلب علیخان بہادر فرمانرواے حال رامپور ست گرامی برادرش نواب محمد یوسف علیخان بہادر مغفور را در ظل حمایت پرورد فارسی خوب میداند و خط خوش می نگارد در فنون سپہگری مشاق است و در تصویر کشی شہرۂ آفاق در عالم سیر و سیاحت بر پری پیکرے فریفتہ شد و شعر و سخن را ذریعۂ اظہار درد دل یافتہ دل بشاعری بست منشی امیر احمد امیر کہ تلمیذ منشی مظفر علی اسیر ست اوستاد وست بہارین زمانہ کہ تذکرہ بزم سخن زیر تدوین ست دیوان خود را کہ حاوی اصناف کلام باشد فرستادہ است نبذے ازان بطریق انتخاب نذر شایقین کلام کردہ میشود

سب جانتے ہین عاشق تیرا چھپا نہین ہون
ہمراہ میرے چرچا ہوگا ضرور تیرا

ہرچند وہ خفا ہے صفدر یہی عذر لازم
چل تو معاف کردے شاید قصور تیرا

وصف واعظ سے تو ہم سنتے ہین حسن حور کا
کون جانے جھوٹ ہے یا سچ ہی شہرہ دور کا

کرتا ہون وصف حسن تو کہتے ہین ناز سے
جوبن ہے ہمیہ نام خدا پھر کسیکو کیا

مین لیکے مفت مین منت پذیر کیون ہوتا
حباب خضر کچھہ آب بقا شراب نتھا

کبھی پٹریون سے جنون مین ہم ہوے خوفناک نطوق سے
بسر انکسار جھکا دیا قدم ثبات بڑھا دیا

ایک میرے قتل نے دو بوجھہ رکھے دو طرف
تیرے سر پہ خون میرے سر پر احسان رکھدیا

بڑی بات یہہ ہے کہ قاصد کسی نے
لکھا ہے ہمین خط مین شیدا ہمارا

ذرا بزم سے اوٹھہ کے خلوت مین سنلو
خدا جانے کیا مدعا ہے کسیکا

فغان کو سنکے مرے تو عبث بگڑتا ہے
مرا گلا ہے مرا منہہ مری زبان صیاد

مین نے کہا جو اونسے کہ شب کہین ہو
آنکھین جھکا کے بولے کہ کس اعتبار پہ

قصد چلنے کا ہے مقتل مین مبارک ہو مگر
اک ذرا اپنا پرایا تیغ قاتل دیکھکر

ہے ابتدائے محبت مجھے تمیز نہین
کہان کلام کرون اور رہون کہان خاموش

یہہ لکہکے پھیر دیتا ہے قاصد کو یار خط
لونگا جو ایک مین وہ لکہین گے ہزار خط

ہاتہہ پہیلا کے لپٹتے تو لپٹ ہی جاتے
سہل سی بات کو کر دیتا ہے دشوار لحاظ

کیا تکلف ہے جو دم بہرتے ہین بسمل تیرا
بات جب ہے کہ مسیحا کہے قاتل قاتل

گلے مین مرے ہاتہہ وہ ڈال کر
یہہ کہتے ہین صفدر منالے ہمین

لیتا ہون ایک گال کے بوسے جو چار پانچ
کس ناز سے وہ کہتے ہین بس اب او نہین

کوئی اتنا تو بتا دے کہ حسینان جہان
دل جو لیجاتے ہین عشاق کا کیا کرتے ہین

وہ اور جواب میرے سوالونکا نامہ بر
وہ بات کہہ کہ آئے کسی کے خیال مین

ماتم کشتۂ فراق آج ہی بزم یار مین
موت خزان نہین آئی تہی پہول کو بہار مین

نہین آتی ہے شرم سے باہر
یہہ دلہن ہے کہ آرزو دل مین

صبح جو اوسکے در پہ گئے ہم ہوکے خفا دربان نے کہا
ٹھنڈے ٹھنڈے گہر کو سدہارو آج کی صحبت عام نہین

جوانی جا چکی پیری بہی آئی
بس اب آگے قضا ہی اور مین ہون

آگے دو راہے مین پہنسے فکر ہے کس طرف چلین
رند بتاتے ہین کہ یون کہتے ہین پارسا کہ یون

صفدر یہہ آرزو ہے کہ تنہا جو وہ ملین
کچہہ رو دین کچہہ گلہ کرین کچہہ گفتگو کرین

وہ توڑکر چوڑیون کو اپنے یہہ بولے میرے کفن مین رکہکر
کہ صحن محشر مین ڈہونڈ لینا کسی جگہہ اس نشان سے ہمکو

بیچین کر رہا ہے کیا کیا دل و جگر کو | ہر دم کسی کا کہنا جاتے ہین ہمتو گہر کو
وہ چلتے ہین اوبھر کر جوش مستی مین تو کہتی ہین | نہین کچہہ مال چوری کا چہپاؤن کیون [illegible]
احباب نے کی میری سفارش تو وہ بولے | دشمن مرے کیا کرنے لگین پیار کسیکو
خرابات جہان برباد ہوجائے تو ہوجائے | رہے ساقی سلامت خم کی خیر آباد میخانہ
شکوونکا کچہہ جواب جب اونسے نہ بن پڑا | گردن مین میری ڈالدیے ہنسکر اونکے ہاتہہ
گہونگٹ اولٹ کے اوسنے شب وصل یہ کہا | کچہہ بک نہین گئے مرے دشمن حیا کے ہاتہہ
دکہاکر وہ تلوار کہتے ہین مجہہ سے | خبر ہے تمہین کیا ہوا چاہتا ہے
کچہہ تو دل کو خوشی ہوا ہے صیاد | جھوٹ کہدے کہ اب رہائی ہے
وہ آتے ہین سر تربت تو ناز کہتا ہے | حضور خاک سے دامن ذرا اوٹہائے ہوئے
اغیار جو آجائین تو کچہہ مجہہ سے نہ کہنا | چپکے سے کہا یون مجہے سمجہا کے کسی نے

صفا مرزا سعید الدین عرف ننہے برادر و تربیت یافتہ مرزا رحیم الدین حیاز اولوشہ دہلی ست او راست

روز کے ظلم و ستم انصاف کر | چرخ اتنا دم کہان انسان ہین

صفا پیرن شاہ بن رتن شاہ باشندۂ دہلی از تلامذۂ ذوق بودہ است

چپ رہیئے خدا کے لیئے اسحضرت ناصح | اسوقت خدا جانے مرا دہیان کہان ہے

صفدر صفدر بیگ خلف حیدر بیگ ساکن قدیم کرنال خوش باش دہلی ست

نہ تم سے ترک جفا اور نہ ہم سے ترک وفا | نہ اختیار تمہارا نہ اختیار اپنا
اسطرح سمجہاتے ناصح کہ دل سمجہے مرا | بند کرنا اور ہے اور سر پہرانا اور ہے

صفیر نور خان ساکن میرٹھہ از شاگردان میر حسین تسکین ست

آپ خنجر بچائیے اپنا | دہیان سودائی کو نہین سر کا

صولت قاسم علیخان بن کاظم علیخان حیران متوطن بنارس ست

ملتے ہو رقیبون سے مرے گہر نہین آتے — اللہ تمہین اتنی بہی فرصت نہین ملتی

ضاد معجمہ

ضابط مہر علی خوش باش شاہجہان آباد طبع نیکو میداشت ؎

یون تو ہر ایک سی وہ خلق سے پیش آتا ہے — پر ہمین سے نہ کبہی اوس نے کبہی پیار کی بات

ضامن حکیم محمد ضامن باشندۂ اکبر آباد ملازم سرکار حیدر آباد بود و شاہ نصیر را مصلح گفتار خویش نمود اوراست ؎

تمکو کیا کیا وفا کے دعوے ہین — خیر کہیئے مجہے یقین آیا
کون اوٹہکر گیا کہ تو ضامن — ابتلک آپ مین نہین آیا
حاضر ہین دو نون چاہیے جسے چاہو اوسکو لو — جان آپکی ہے دل بہی مری جان ہو آپکا

ضیا میر ضیاء الدین دہلوی موطن عظیم آبادی مسکن در ۱۱۹۴ داعی اجل را لبیک گفت اوراست ؎

صاف تہا جب تلک تو ہمکو بہی جواب صاف تہا — اب جو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا
کل کی رسوائی تجہے کچہہ یاد ہے اے ننگ خلق — آج کوچہ مین ضیا تو اوسکے پہر جانے لگا

ضیا شخصے ولی اللہ نام اکبر آبادی گذشتہ جزاین قدرش ندانم ؎

رہیگی یون ہی اگر دل کو بیقراری رات — خدا ہی جانے کہ کیونکر کٹے ہماری رات

ضیغم حافظ اکرام احمد ابن حافظ قطب الدین از سکنا رامپور پیشتر حشمت تخلص میکرد عروض و قوافی نیک میدانست عمر در سیر و سیاحت بسر بردہ در ہزلیات و ریختی و مرثیہ مہمان تخلص کردی در جمیع اصناف سخن قادر بود سودا ے کیمیاگری در سر داشت در ۱۲۸۶ جہان و جہانیان را گذاشت ؎

آئی سحر نشان شب اصلا کہین نہین
پیر آ گئی گئی نہین اب تک نہین نہین

جور کے غم سے ہے نالان کے صدمے ضیغم
بعد مردن بھی رہا ہمکو نہ آرام سے کام

الطاء

طالب حافظ طالب باشندۂ رامپور مرد بستہ ذکی الطبع بودہ است ؎

چیریئے سینے کو شق کیجیے دل دلگیر کو
پہر بھی دو جا گہ ہین اور کیا کہا گیا ہین تیر کو

اشک اُڈا ہے مرا ابر سے کہدو جا کر
آبرو چاہے تو ہٹکر مرے گھر سے برسے

طالب الایچی رام ابن سوندی رام از سکنائے جلال آباد قوم برہمن و از تلامذۂ عبد الغفور خان نساخ طبع شگفتہ دارد ؎

ہنسی سے شوم بھلا ہی کہ دی جواب شتاب
اجی تم اتنا تو فرماؤ آؤ گے کہ نہین

ہم تو مرتے ہین ایک مدت سے
واہ جی تمکو کچھ خبر ہی نہین

طبیب حکیم محمد حسن خان ولد فتح خان فرخ آبادی موطن تلمیذ رشید بشیر لکھنوی

فتنۂ محشر بھی جھک جھک کے قدم لیتا ہی
تم تو دو ہاتھ قیامت سی بھی بڑھکر نکلے

طپان مرزا احمد بیگ خان پور نواب عطاء اللہ خان از عمائد دہلی مقیم کلکتہ از تلامذۂ مرزا جان طپش بود در سنہ ۱۲۳۴ھ رحلت نمود او راست ؎

طرفین کی الفت سے تکمیل محبت ہو
امکان نہین بجنا اک ہاتھ سے تالی کا

کیجیے دل شوریدہ کو ہرگز نہ مرے ساتھ دفن
کھوئیگا زیر خاک بھی ورنہ مرے آرام کو

تغیر وعدۂ جانان مین سو سو بار ہوتا ہے
کبھی اقرار ہوتا ہے کبھی انکار ہوتا ہی

طپش مرزا محمد اسمعیل المعروف بہ مرزا جان ابن مرزا یوسف بیگ از احفاد سید جلال الدین بخاری باشندۂ قدیم دہلی مدتے برفاقت مرزا جہاندار شاہ

بہ لکھنؤ بسر بردہ و روزگارے بمعیت نواب شمس الدولہ بہادر بہ ڈھاکہ گزرانیدہ در سنسکرت مہارتے کامل داشت و از خواجہ میر درد باستفادہ سخن پرداخت کلیاتے دارد ؎

ایسی کیا کی ہے دلا ہمنے بتوں کی چوری — دیکھکر جھکو جو یہہ آنکھہ چرا لیتے ہین
نہ پیروی قیس نہ فرہاد کرین گے — ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کرینگے
رنگ اپنے لہو سے تری دستار کرینگے — آخر کو ہم اکدن ترے سر چڑھکے مرینگے

طرب مولوی رحیم بخش نبیرۂ شیخ نور محمد قادری متوطن تھانیسر اقامت گزین دہلی از عبد الکریم باستفادہ پرداخت اورا است ؎

مرغ دل مشتاق ہے ترے مژہ کی تیر کا — دل نہ توڑا چاہئے صیاد اس نخچیر کا
قتل تو کرتا ہے مجھکو پر مین ہون برگشتہ بخت — خوف یہہ ہے منہہ نہ پھر جائے تری تلوار کا
اے طرب عشق سے پرہیز ہے لازم تجھکو — جان جائیگی کسی بت پہ اگر دل آیا
آفت زدہ تھے اور بھی دنیا مین لیک — کیا خاک مین ہمین کو ملانا ضرور تھا
ہین ہاتھہ مین سفاک کے یہہ تیغ و سنان آج — دو چار کے سر جائینگے دو چار کی جان آج
ہواے شوق سے اوڑکر چمن مین پہونچینگے — نہین سہی ہم اگر بال و پر نہین رکھتے

طرز احمد حسین دہلوی تلمیذ مرزا خدا بخش قیصر ؎

دل کو ترے ستانا چاہا نہ ہمنے ورنہ — نی گریہ بے اثر تھا نی نالہ نارسا تھا

طور محمد رضا پور مرزا اعظم بیگ لکھنوی از تلامذۂ برق دیوانے دارد ؎

عوض بوسہ کے ہمنے گالیان ہین پاکر خضر نے — ذرا انصاف تو کیجے نکالا کسنے شر پہلے

الظّاء

ظالم ظالم سنگہ قوم برہمن دہلوی مسکن بر دو زبان فارسی و ریختہ نیک میدانست ؎

دن تو رو پیٹ کے کٹے لیکن	ہجر کی شب پہاڑ آتی ہے

ظاہر رام پرشاد کھتری از سکنائے دہلی و از تلامذۂ مرزا رحیم الدین ایجاد بودہ است اور است ؎

بیچے دل اون بت بیدادگر سے کیا ظاہر	کر سادگی پہ وہ عیار ہے زمانے کا
ظاہر گر ایک بار بھی جاوے تو یوں کہے	آنا مجھے پسند نہیں بار بار کا
صیاد تیرے ڈر سے ہوں خاموش ورنہ یاں	میں اور چین دیوے گھڑی بھر فغاں مجھے

ظاہر خواجہ محمد جان باشندۂ دہلی از تلامذۂ مرزا مظہر رح ؎

اے آہ اسقدر تو گر بے اثر نہوتی	ممکن نتھا کہ اوسکے دل کو خبر نہوتی

ظریف میر امان اللہ اصلش از لاہور است از دگرگونی دوران بہ لکھنؤ توطن گزید

وعدۂ وصل تلک کیوں نہ جیئے صد افسوس	مرگئے ہم ایسے پشیمان ہیں کہ جی جانے ہے

ظفر ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ خلف الرشید سلطان جہان محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی در خطاطی دستے بلند داشت و در سخن پایۂ ارجمند گفتارش اگرچہ سادہ پرکار است اما ہمہ اش خار انشکار است محاورہ گوئی از آن اوست و معاملہ نویسی زیر فرمان او سخنگوئی از شاہ نصیر و ذوق آموختہ و کمتر ایام با غالب مشق این فن کردہ در رنگون بعمر نود سالگی در سنہ ۱۲۷۹ھ بخوابگاہ عدم برآسود چار دیوان از نتائج فکر بلند اوست

بوسہ جو طلب کیا شب اوس سے	بولا وہ رشک ماہ کیا خوب
ہاتھا پائی میں جو کل ٹوٹ گیا ہار اونکا	اسقدر میرے گلے کے وہ ہوئے ہار کہ بس
صد آرزوے وصال و حیات یک نفس	نفس شماری و اندوہ بے شمار دریغ
جو کچھ وہ پوچھے تو رک جائیو نہ اے قاصد	تجھے خدا کی قسم کہیو تو تڑاق پڑاق
گالیاں دے چکے اب نالہ و زاری تو سنو	اپنی سب کہہ چکے تھوڑی سی ہماری تو سنو
واہ تم صبح کو بھلے آئے ؛	دن چڑھے کہہ کے دن ڈھلے آئے

جتون بیزار ہو وگر ہم فدا ہونگے تو ہونے دو — تمہین پھر کیا گنہگار خدا ہونگے تو ہونے دو
کبھی آ گئے وہ جو یان چلتے پھرتے — تو دیکھیے ہوئے گا لسیان چلتے پھرتے
جلا جی نہ دل مفت لیکر کسی کا — کہا بھی تو مان اے ستمگر کسی کا

ظہور مولوی ظہور علی ابن مولوی فتح علی ہریانوی خوش باش دہلی تلمیذ عبدالرحمن خان احسان وشاہ نصیر ومومن این بیت ازوست ہ

اے اشک مرے دیدۂ نمناک سے باہر — جاتا ہے کدہر تو تو مرا لخت جگر ہے

ظہیر سید ظہیر الدین حسین عرف نواب مرزا ابن میر جلال الدین خوشنویس باشندۂ دہلی در خطاطے اوستاد ابوظفر بادشاہ و در سخن شاگرد ذوق اوست

ہے تیری خستگی مری صورت سے آشکار — کچھ داغ دل نہین کہ دکھایا نجائیگا
جانے کو خیر جائیے اوس بزم مین ظہیر — حضرت سلامت آپ سے آیا نجائیگا

ظہیر سید محمد جان ابن میر سجیئے ناظم از باشندگان دہلی سخنگوئی از والد مستعد خود آموخت ہ

یاں حرف بیوفائی انکا تہا بسبیل ذکر — ہمنے خدا انخواستہ تمکو کہا نہین
اک دلربا کے کہنے پہ اتنی خفا ہوئے — کچھ جنگجو کہا نہین بدخو کہا نہین

حرف العین

عارف محمد عارف کشمیری الاصل دہلوی مولد تلمیذ نجم الدین آبرو بپیشہ رفوگری میکرد دیوان ریختہ اورا یادگار ست ہ

اس ابر مین بے ساقی ومے جی پہ بنی ہے — ہر بوند کا کہانا مجھے ہیرے کی کنی ہے

عارف نواب زین العابدین خان پور نواب غلام حسین خان باشندۂ دہلی

سخنگوئی از شاہ نصیر و مرزا غالب آموختہ در ۱۲۶۲ھ بساط حیات در نوردید گفتار دلچسپ میسر اید دیوانے ضخیم دارد ؎

کہانسے آگئی اسمین ترے رفتار کی تیزی
کہ چلنا قتل کرتا ہے نہین شمشیر بران کا

رسوا ہوا تو اہل وفا مین ہوا عزیز
اچھا ہوا وہ حق مین مرے جو برا ہوا

ہم تو دیوانے ہین مجنونکی کہے جاوینگے
ہین حسین آپ طرفداری لیلے کیجے

عارف بتا کہ سر ہے یہ کسدنکے واسطے
پہرتا ہے آج تیغ وہ عریان کئے ہوئے

عابد میر عابد علی ابن میر مہدی علی لکہنوی شاگرد میر امان علی سحر وانیس ؎

ستی ہوا ہنوا ہوا پامال ہوگیا
کیا پوچھتے ہو خاک کہون ماجرا دل

عاجز مرزا عبد اللہ بیگ ولد مرزا احمد بیگ باشندہ شاہجہان آباد از تلامذہ ظفر

کل تو جانیکی قسم کہائی تہی تم نے عاجز
آج پہر جاتے ہو اوس شوخ ستمگار کیے یار

روتا ہون تو ہنستے ہین وہ کم ظرف سمجھکر
کرتے ہین خجل مجھکو مرے دیدہ تر اور

عاشق اقبال حسین ابن نور الدین متوطن دہلی تلمیذ مرزا نوشہ ؎

ربط کچھ داغ و جگر کا ہی ہے چسپان عاشق
ورنہ اس دور مین کوئی بھی کسیکا نہوا

توبہ تو کر چکا ہون مگر کچھ کچھ اندلون
دیتی ہے دم بہار کی آب وہوا مجھے

عاشقی آغا حسین قلی خان پسر آغا علی خان خراسانی الاصل مقیم لکہنو بزرگان او درخاندان تیموریہ سرفرازی داشتند و خود ہم بر عہدہ ہاے جلیلہ مامور ماندہ تذکرہ نشتر عشق اور است بیتے از وے خوش آمد کہ بنگارش آوردم ؎

جرسے کہ مین پوچھوں ہون مزا عشق کا کیا
رو رو کے یہ کہتا ہے کہ کچھ کہہ نہین سکتا

عاصی منشی امداد حسین ابن سبحان علی خان از ناسخ استفادہ سخن داشت

مین کس کس شعلہ رو کو سینہ صدچاک دکہلاؤن
رہا تہا ایک دل سو جل گیا کیا خاک دکہلاؤن

عاصی لالہ گھنشیام راے دہلوی تلمیذ نصیر دیوانے دارد ؎

آپ ہی ٹک اپنی ابروے پرخم کو دیکھیے
تیغ دو دم کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

عالی مرزا عالی بخت بہادر از اولاد شاہ عالم بادشاہ با مرزا معز الدین ثابت و عبد الرحمن خان احسان نسبت تلمذ درست داشت ؎

آب دم شمشیر کا کسکے ہے یہان ذکر
پانی جو بہر آیا ہے لب زخم جگر مین

حاضر ہوا جو یار تو قسمت کا پہیر دیکھ
معدوم وہ کمر ہوئی غائب دہن ہوا

عزلت سید عبد الولی ولد شاہ سعد اللہ سورتی اورنگ زیب با ایشان اعتقاد دلی داشتہ در جمیع علوم عربیہ فضیلت تام بہم رسانیدہ سخن پاکیزہ می گفت دیوانے از وست ؎

شکستہ گر ہوا دل اب نظر نکر مجھہ پہ
یہہ ٹوٹے آئینہ مین منہہ تری بلا دیکھے

تنہا جو مین چلا طرف وادی جنون
زنجیر پاؤن پڑکے مرے ساتہہ ہوگئی

عزیز بہکاری لال باشندۂ دہلی تلمیذ میر درد بودہ است اوراست ؎

کرے نہ یار اگر دلکو صاف کینے سے
عزیز موت بہلی پہر تو ایسے جلنے سے

بات اب امتحان پر آئی
قصہ کوتاہ جان پر آئی

عزیز نواب عبد العزیز خان ابن نواب سعادت یار خان نبیرۂ حافظ الملک رحمت خان رئیس بریلی امروز بفضلہ بقید حیات است سخن شیرین می آرد ؎

فرقت مین جان بہی نہ بدن سے نکل سکی
یہہ سہل کام ضعف سے دشوار ہوگیا

نام رکہین گے وہ ہم لینگے اگر نام جفا
بات شکوہ کی کہین گے تو شکایت ہوگی

عزیز راجہ یوسف علی خان مخاطب بہ اعتماد الدولہ ابن غلام رضا خان دہلوی وطن ولکہنوی مسکن علی اختلاف القولین تلمیذ محمد بخش شہید یا آتش بود اوراست

بعد رسوائی ہوئے کے یار نے پوچھا تو کیا
ساری دنیا سے برا ہوکے مین اچہا ٹہرا

دہنین سو مرتبہ بیو جہہ رولا دیتے ہین ۔ اور تو کچہہ نہین لب اونکو ہنسی ہی تو ہیہ ہے

عزیز مولوی محمد عبد العزیز دہلوی خلف الرشید حضرت صہبائی ہے

نہین ہے رحم ومروت جو تجہہ مین خیر نہو ۔ ذرا خدا ہی کا کچہہ تیرے دلمین ڈر ہوتا

ترے نہ قابل کہ بلا واسطہ دیکہین اسکو ۔ بت بنائے ہین یہہ جلوہ ہمین دکہلانیکو

عزیز تخلص محمد عبد العزیز ابن شیخ مخدوم بخش انصاری تاجیکی الاصل فخر آبادی موطن وبہوپال مسکن ست نبیرۂ منشی عبد الکریم میر منشی ریاست وتلمیذ حضرت افتخار الشعرا شہیر ست در پارسی ہم سخن میگوید از وست

وہ دلربا ہو تم کہ تجہے ساتہہ دیکہکر ۔ حسرت سے لوگ کہتے ہین بخت اس جوانکے ہین

لو وہ یوسف لقا عزیز آیا ۔ قسم اللہ کی ہنسی سے نہین

عسکری عسکری احمد ابن مفتی نور احمد سہسوانی ملازم ریاست بہوپال تلمیذ منشی صبا ہے

سانس سینہ مین جو رکنے لگی آتے جاتے ۔ مین رکاوٹ کا تری اوسکو اشارا سمجہا

عسکری محمد حسن برادر وتلمیذ نادر حسین ہاشمی از باشندگان کالپی بودہ

مارے غصہ کے وہین ہونٹ چباتا ہے وہ شوخ ۔ لب پہ دہوکے سے جو آجائے مرا نام کہین

عسکری نے لی جنون مین خانۂ دلبر کی راہ ۔ ایسی مطلب کی نہ سوجہے گی کسی ہشیار کو

عشق شاہ رکن الدین عرف شاہ گہسیٹا معاصر سودا باشندۂ دہلی اقامت عظیم آباد ورزیدہ دیوانے دارد ہے

کیا کیا جفائین ظالم ہمنے تری سہی ہین ۔ لیکن شکایتون سے لب آشنا نہین ہین

عشق حکیم عزت اللہ خان بن حکیم قدرت اللہ خان دہلوی باحکیم ثنار اللہ فراق

نسبت تلمذ داشتہ صاحب دیوانست ؎

دل ہشیار تونے چورائے ہین زلف یار
لیوینگے بال بال کا تجھہ سے حساب ہم

عترت میر غلام علی بریلوی سخنگوئی از مرزا علی لطف گرفتہ مثنوی پدماوت کہ از عترت باقیماندہ بود باتمام رسانیدہ دیوانے دارد ؎

غیر دشمن ہنسا وہ جو مرے سامنے عترت
کچھہ ہین منہ چلا دیکھہ کے آنسو نکل آئے

شب وصال ہین دلپر قلق ابہی سے ہی
سحر ہے دور مرا رنگ فق ابہی سے ہے

عشرت مرزا کلن بن مرزا حیدر شکوہ داماد و تلمیذ مرزا پیارے رفعت در پارسی ہم فکر میکرد ؎

قیس جنگل ہین رہا کوہ ہین فرہاد رہا
ہے ٹہکانو نکا تمہارے ہی ٹہکانا نہوا

کشتے تو لوٹتے تہے پر قتلگہ ہین قاتل
خنجر کو دیکھتا تہا اور اپنی آستین کو

عظمت میر عظمت اللہ ولد میر عزت اللہ خان جذب بریلوی مولد و جہان آبادی مسکن از مومن خان دہلوی اکتساب سخن کردہ بیتے از دیدہ شد ؎

نام عظمت ہے نہ شوکت نہ شکوہ
کیا ہی اس نام سے گھبراتا ہون

عیش حکیم آغا جان دہلوی ؎

مانا کہ ستم کرتے ہین معشوق مگر آپ
جو مجھہ پہ روا رکھتے ہین ایسا نہین کرتے

افشاے راز عشق کے باعث تمہین تو ہو
سو بیحجابیان ہین تمہارے حجاب ہین

حرف الغین

غالب مکرم الدولہ بہادر بیگ خان ابن نیاز بیگ خان تورانی الاصل خوش باش دہلی تلمیذ ہدایت اللہ ہدایت در فارسی ہم فکر میکرد بزم مشاعرہ

باہتمام تمام می آراست گویند کہ بشب مشاعرہ سخنوران و تماشائیان را بمہمانی خواندے و ہنگامۂ رقص و سرود می افروخت در سنہ ۱۲۱۸ بعدم آباد طبل رحیل کوفت او راست

بجلی کے چمکنے کا ہے احسان
شب چھاتی سے لگ گئی وہ ڈر کر

قصۂ درد و غم اپنا جو سنایا ہمنے
یا نہ اک آہ کہ اوسکو بھی رلایا ہمنے

غالب مرزا نوشہ اسد اللہ خان المخاطب بہ نجم الدولہ دبیر الملک خلف الرشید عبد اللہ بیگ خان اکبرآبادی مولد و دہلوی منشا حق اینست کہ زبان ریختہ از و کار بالا گرفت و گفتار پارسی پایۂ والا اگر او را مجدد سخن گویم بجاست و اگر مجتہد فن خوانم روا فروزندۂ دودمان فصاحت است و شمع شبستان بلاغت ستایش او محتاج بیان نیست ہر کہ بہرۂ از ادراک داشتہ باشد داند کہ او کیست و گفتارش چیست در پارسی تصانیف متعددہ دارد در ریختہ دیوانے گذاشتہ در سنہ ۱۲۸۵ در گذشت او راست

بوے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

حیف اوس چارگرہ کپڑے کی قسمت غالب
جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

لے تو لون سوتے مین اوسکے پاؤنکا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہوجائیگا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلہ نہوا

ہین اور بزم می سے یون تشنہ کام آؤن
گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

پکڑے جاتے ہین فرشتونکے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

یارب نہ وہ سمجھے ہین نہ سمجھینگے مری بات
دے اور دل اونکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہر چند سر اوڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائین کہ ہان اور

اگلے وقتونکے ہین یہ لوگ انھین کچھ نکہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

زہر ملتا ہے نہین مجھکو ستمگر ورنہ — کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جاے دل — انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون

روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمین ستاے کیون

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون — مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے — دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے — دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے — کچھ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

صحبت مین غیر کی نہ پڑی ہو کہین یہ خو — دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے — تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

زندگی مین تو وہ محفل سے اوٹھا دیتے تھے — دیکھون اب مر گئے پر کون اوٹھاتا ہے مجھے

گو ہاتھ مین جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے — رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

غافل منور خان ابن صلابت خان لکھنوی تلمذ مصحفی اختیار نمود و برفاقت فقیر محمد خان گویا بہر بار بود دیوانے ازان اوست ٥

یاد گیسو مین اوسجھتا ہے سر شام سے دل — رات کیا آتی ہے اک سر پہ بلا آتی ہے

دیدنی کارگاہ صنعت ہے — بتا ہے جو یا خدا کی قدرت ہے

غضنفر غضنفر علی خان پور غلام حسین خان کرڑورا رشد تلمیذ جرأت باشندۂ لکھنو خوش گفته است ٥

تا دم نزع نہ اوس شوخ کا در چھوڑونگا — آخر اک روز مین اپنا اوسے گھر چھوڑونگا

تمکین میر عبد اللہ باشندۂ دہلی ابن میر حسین تسکین در رامپور قالب تہی کرد وہمانجا مدفون گشت سخن شایسته میگفت اوراست ٥

وہ خبر ہی جا نگزا تھی جسکو سنکر مر گیا ——— ورنہ اک تیشہ سے ہوتا کام کیا فرہاد کا

غمگین مولوی عبد القادر خان بہادر صدر الصدور مراد آباد باشندۂ رامپور یکے از فضلاء گرامی و علماء نامی بودہ است بعض ارباب تذکرہ تخلص او غمگین نگاشتہ اند اوراست ؎

جو مے رہی نہ تو شیشہ جھکا کے ساقی نے ——— کہا یہہ رندوں سے لیجے سلام شیشہ کا

غمخوار مرزا محمد علی بیگ از شعراء لکھنؤ بود ؎

تو نے صیاد نیا ظلم یہہ ایجاد کیا ——— بال و پر توڑ قفس سے مجھے آزاد کیا

حرف الفاء

فاخر منشی محمد فاخر حسین ابن منشی احتشام الدین از سخن سنجان سہسوان است و تلمیذ رشید قمیر شکوہ آبادی سخن شایستہ از معدن طبع می آرد گویند کہ جز بہ فن سخن با کار و بار دیگر سرو کارے ندارد دیوانے ضخیم دارد و قانون شریعت محمدی رسالہ در رد بدعات محدثہ گرد آوردۂ اوست اوراست ؎

الفت سو سے کمر نے یہہ کیا زار مجھے ——— پھر گئی گھر میں اجل ڈہونڈ کے سو بار مجھے
تڑپنے کی کہاں سے اسمین طاقت آگئی فاخر ——— ازل سے طائر قبلہ نما بے آب و دانہ ہے
بھولا نہین وہ دن یاد ہین صحبت کی گریبان ——— ابتک مزے زبان مین تمہاری زبان کے ہین

فاخر مرزا جھنگا دہلوی جز نیقدر بروئداد او اطلاع ندارم سخن شایستہ بہ کرسی نشانده ؎

دشت الفت مین خضر کا کیا کام ——— کوئی دیوانہ رہنما ہوتا
آغوش مین ہو اور یان جرأت نہیں کچھ انسی ——— اس اختیار پر کیا بے اختیار ہین ہم

آجاؤ تم وگرنہ تھمے گا نہ مجھسے دل
جاتی رہی ہے بات مرے اختیار سے

فارغ میر علی حسین خلف سید نوروز علی لکھنوی از محب علی طوبیٰ باستفادہ پرداخت اوراست ؎

آزاد کر قفس سے بلبل کو فصل گل ہے
کیون ظلم کر رہا ہے صیاد دیکے زبانین
لڑکپن سے ہی مجھکو عشق ای بت نو بر ویونسے
مچل جاتا تھا اچھی دیکھکر تصویر مٹی کی

فارغ میر احمد علیخان ابن اعظم الدولہ میر محمد خان سرور از والد خویش دستگاہ این فن بدست آورد ؎

خط لیکے جو اونسے نہ مرے نامہ بر آئے
یان شرم سے آئے نہین اور اپنے گہر گئے

فدا فدا حسین خان خلف ضیاء الدین حسین خان لکھنوی از میر ممنون و مصحفی فن سخن گوئی بہم رسانید ؎

کیا کوئی سر جھکا کے ہووے ذلیل
ہاتھ تیرا کبھی اوٹھا ہی نہین

فدا امام الدین خان باشندۂ فرید آباد از تلامذۂ مرتضےٰ علی خان فراق بود از وست

مین ہون قربان اوسکے کہنے کے
تو نہ بولا کر اے فدا ہم سے

فدا تخلص منشی فدا حسین وکیل عدالت ججی و صدر الصدوری ضلع علیگڈھ دیوان او بدست آمد از خطبہ دیوان معلوم شد کہ یکچند اصلاح سخن از نواب مصطفےٰ خان بہادر مرحوم شیفتہ تخلص گرفتہ است اما دیوان او ہیچ لطف ندارد حسب ضابطہ یکدو شعر ازان برآوردہ نوشتہ می شود ؎

بیوفائی تری ہجران مین مجھے کام آئی
یاد آتی جو وفا تیری تو مضطر ہوتا
ہین فدا فن عشق کے اوستاد
ہے تعارف مجھے بھی حضرت سے
جو کچھہ تکرار شوق وصل مین کرتا ہون مین اونسے
وہ کہتے ہین کہ جیسا مجھکو اس چھت سی نفرت ہے
آسمان کہنے لگے ہین جسے اہل تنجیم
کچھہ بلندی یہ مراد و جگر ٹھہرا ہے

فراق اکرام الدولہ مرزا حسین علیخان لکھنوی ہے

آج بہی ہاے غضب تجہہ سے نہ ملنا ٹہرا ۔ عید کا چاند محرم کا مہینا ٹہرا

فراق حکیم ثناء اللہ خان دہلوی از میر درد استفادہ داشت اوراست

ہونا یہہ ہچکیونکا مجہے بے سبب نہین ۔ بہولے سے اوس نے یاد کیا ہو عجب نہین

رہتا ہے عاشقون کا ازبس ہجوم در پر ۔ ہوجائیگا گہر اوسکا بازار رفتہ رفتہ

فرحت شیخ فرحت اللہ برادر ابو النہری موطن فرخ آبادی مولد از شاگردان سراج الدین علی خان آرزو بودہ است در ١١٩١ھ قالب تہی کرد در مرشدآباد خوابگاہ اوست دیوانے دارد از افکار اوست

جو سر بجیب ہے گلشن مین وہ خدا جانے ۔ دہان یار نے غنچہ سے کیا سوال کیا

مرنیکے بعد جہجہیر کیا کیا ستم نہونگے ۔ دیکہین گے پہر تجہکو ور ہاے ہم نہونگے

زندگی مین تو رہے صدمے دل غمناک پہ ۔ بعد میرے دیکہئے کیا ہو قیامت خاک پہ

فروغ محمد عمر سلطان ابن مرزا صابر از عمائد دہلی ست

کوئی مر جاے درد فرقت سے ۔ تم تو بیٹہے رہو فراغت سے

لیکے آتے ہو سا تہہ غیر وںکو ۔ باز آیا مین اس عنایت سے

کیا ہو آپنے گو سچ ہی وعدہ آنے کا ۔ یہہ سوچیئے تو کہ تجہکو کب اعتبار آیا

فسون مرزا منجہلے ابن مرزا کریم بخش نبیسۂ ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی ہے

رکہا دل کی جا ہمنے پیکان تمہارا ۔ یہہ مہمان ہمارا وہ مہمان تمہارا

مرض عشق سے جانبر نہوا ہاے فسون ۔ مفت بیچارہ مصیبت مین گرفتار رہا

ہزار ہل نہین سکتے ہیں اوسکے کوچہ تک ۔ پہونچ ہی جائین اگر شوق رہنما ہوجاے

کیون دوست اوٹہالاے مجہے کوچہ سے اوسکے ۔ گو جان پہ ستم تہا مگر آرام وہین تہا

فغان اشرف علی خان خلف مرزا علی خان المعروف بکوکلتاش دہلوی مولد عظیم آبادی مسکن با علی قلیخان ندیم نسبت تلمذ درست کردہ در ۱۱۸۶ھ قضا کرد دیوانے دارد ہ

ممکن نہین کہ غیر نہووے رکاب مین | تجھکو خدا نہ لاے ہمارے مزار پہ
آخر فغان وہی ہی اوسے کیون بھلا دیا | وہ کیا ہوے تپاک وہ الفت کدہر گئی
مین مرگیا پر آہ نہ پوچھا فغان مجھے | درد جگر کسے ہے یہہ بیمار کون ہے
سر کو فداے خنجر بیداد کر چکا | پہونچا مین اپنی داد کو فریاد کر چکا
ابہی مٹا نہین دعوے ستم رسیدونکا | کفن ہوا نہین میلا ترے شہیدونکا
کہتا ہے یہہ بہشت مین ہستو نگی جا نہین | زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہین
مجھہ مبتلا کی چشم کہانتک پر آب ہو | اے دل خدا کرے ترا خانہ خراب ہو

فقیر میر شمس الدین باشندہ دہلی زبان دری نیک میدانست در عروض وقوافی نظیر نداشت اندرین فن رسائل چند بر نگاشت در [illegible] وقت مراجعت بیت اللہ بعد فراغ حج رخت ازین خاکدان بر بست این دو بیت اوراست ہ

ہے غرض دید سے یان کام تکلف سے نہیں | خواہ ادہر بیٹھہ گئے خواہ اودہر بیٹھہ گئے
کم ہے آواز ترے کوچے کے باشندونکی | نالے کرنے سے گلے اونکے مگر بیٹھہ گئے

فکری مرزا محسن دہلوی از احفاد شاہ عالم بادشاہ بیشتر ازو پسند خاطر افتاد ہ

شاید اے قاصد یہہ باتین ہین زبانی یار کی
جان سی آتی ہے کچھہ مجھہ مین تری تقریر سے

فگار میر حسین نبیرۂ فقیر اللہ فقیر تلمیذ میر ممنون از سکنائے دہلی بود بعضے اورا از تلامذۂ مرزا غالب نگاشتہ اند واللہ اعلم اوراست ہ

دیکھہ آئینہ کو اوس نے کیا اسلیے ٹکڑے | یعنی تجھے کسواسطے مجھہ سا نظر آیا

فیض مولوی فیض الحسن ادیب سہارنپوری مقیم دہلی بر جمیع اصناف سخن قادرست واز جملہ علوم وفنون ماہر زبان ریختہ وریختی ہر دو رنگ میدانند پارسی ہم گلہ میفرماید مثنوی روضۂ فیض وچشمۂ فیض وتذکرہ صحابہ وشواہد خمسہ وغیرہ ذالک از تصنیفات اوست سے

رباعی

سنتے ہین وہ ہر کسی کی ایسی ویسی
کاش اونکی طبیعت ہی نہوتی ایسی
جھڑکی دم صبح ہے تو گالی سر شام
اور بیچ کا فقرہ تری ایسی تیسی
عجب کچھ طور تہا شب فیض کا کیا جانئے کیا تہا
کوئی وحشت سی وحشت تہی کوئی سودا سا سودا تہا

حرف القاف

قائم قیام الدین متوطن قصبۂ چاندپور متعلقۂ ضلع بجنور خوش باش دہلی از میر درد وسودا تلمذ داشت سخن شایستہ وگفتار سنجیدہ میگفت در ۱۲۱۱ہجری آنجہانی شد تذکرۂ شعراء ریختہ ودیوانے دارد اوراست سے

ٹوٹا جو کعبہ کونسی یہہ جاغم ہے شیخ
کچھہ قصر دل نہین کہ بنایا بنجائیگا
لے گیا خاک مین ہمراہ دل اپنا قائم
شاید اس جنس کا یان کوئی خریدار نتہا
کچہہ طرفہ مرض ہے زندگی بہی
اس سے جو کوئی جیا سو مرکر
ناصح تو کہے ہے یون کہ گویا
ہے دل پہ کچہہ اختیار میرا
کیا پوچہتے ہو موجب آزردگی یار
دل لے چکے مدت ہوئی اب جان طلبی ہے

عشق تو قائم نہوا آپ سے — اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیے
قائم آیا ہے پھر وہ بن ٹھن کر — دیکھیں کس کس سے اب بگڑتی ہے

قابل مرزا علی بخش از خاندان تیموریہ و تلامذۂ ذوق بودہ است اوراست ؎

تم جو کہتے ہو جاؤ تم یاں سے — ایسے جائینگے پہر نہ آئیں گے
لکہا تہا وہی کہ جو تہا نصیب کا لکہا — بلا سے خط کا جواب اونے کچھہ لکہا تو سہی

قادر مرزا قادر شکوہ ابن مرزا عباس شکوہ نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ دہلوی موطن لکہنوی مسکن از تلامذۂ ضمیر مرثیہ گو بود از دست ؎

ایسا میں سمجہتا تو نہ ملتا کبہی ناصح — دل مفت میں لیجائیگا یہہ کسکو یقین تہا
مرقد میں جو بیتاب تمہارا یہہ حزین تہا — اک شور قیامت سا بپا زیر زمین تہا

قادر سید قادر بخش ابن سید عبد الحقانی سنبہلی موطن فرخ آبادی مسکن اوراست ؎

ہے وقت نزع وصل کی خاک آرزو کریں — ہم آپ گم ہیں یار کی کیا جستجو کریں

قاری علی احمد دہلوی قرأت قرآن خوب میدانست ؎

چین ابرو نے خوب رو کردیا — تہا میں کہنے کو مدعا اپنا

قاسم سید قاسم علی خان ابن سید حیدر علی خان نبیرۂ عطا حسین خان تحسین لاہوری کموطن لکہنوی مسکن در موسیقی دستگاہے داشت اوراست ؎

بسر کیں جو یوں نہ یہ زیست کرکے اوٹھگیا قائم — ہزار افسوس وہ بہی کیا بشر تہا کتنا بے تر تہا

قاسم حکیم قدرت اللہ خان باشندۂ دہلی از معتقدان مولانا فخر الدین و از شاگردان ہدایت اللہ خان ہدایت در سنہ ۱۲۷۲ قالب خاکی گزاشت دیوانے و تذکرۂ ریختہ یادگار اوست ؎

گہبرا کے نکل جائیگا جی یوں ہی کسی روز — کچھہ رہنے لگی اب ہمیں اکثر طپش دل
دلکی نہ پوچھو کچھہ کہ یہہ ہمدم ازل سے ہے — آفت نصیب و قہر نصیب و بلا نصیب

قاصر مرزا بہر علی بیگ ابن مرزا رستم علی بیگ دہلوی تلمیذ ثناء اللہ فراق و مصحفی دیوانے دارد ؎

جرم خسرو کا نہ تقصیر اسمین کچھ شیرین کی ہے — موت لکھی تھی تری فرہاد تیرے ہاتھ سے
میرے آگے نہ کسی غیر کا تو دل رکھنا — سنگ اچھا نہیں شیشے کے مقابل رکھنا

قدرت مولوی قدرت اللہ رامپوری موطن با قیام الدین قایم تلمذ داشت تذکرہ دارد ؎

انصاف بھی ضرور ہے یہ ظلم تا کجا — کتنوں کے جی تو جاتے رہے ہے استحا نہین

قدرت شاہ قدرت اللہ از خویشان مولانا عبد العزیز دہلوی بودہ است وطنش دہلی بود اما در مرشدآباد اقامت داشت با مرزا مظہر و جعفر علی حسرت نسبت تلمذ درست کردہ در ۱۲۰۱ بعدم آباد شتافت او راست ؎

ہوا ہے اوسکے گلو مین گرہ دم اعجاز — ترے لبوں نے مسیحا سے کیا سوال کیا
شب ہجر انکی مصیبت کو کہوں کیا قدرت — تن سے جان چھوٹے ہی اور جان سے تن چھوٹے ہے
حسرت اے صبح چمن ہمسے چمن چھوٹے ہے — مژدہ اے شام غریبی کہ وطن چھوٹے ہے
کل تو قدرت پاسے خم رکھتے تھے تسبیح ریا — آج رہن جام ہے یہ خرقہ سالوس ہے

قرار میر حسین تلمیذ رشید محمد نصیر رنج او راست ؎

کب سے آنکھین تھین لگین ذوق جراحت ہین اودہر
ہاے حسرت اوٹھتے اوٹھتے دست قاتل رہگیا

قلق خواجہ اسد اللہ المخاطب بآفتاب الدولہ ابن خواجہ بہادر حسین فراق لکھنوی خواہر زادہ خواجہ وزیر وہم نسبت تلمذ باوے داشت برکاب واجد علی شاہ بکلکتہ رسید مثنوی طلسم الفت او راست ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا — بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

الٰہی خیر ہو کچھہ آج رنگ بیڈھب ہے — ٹپک رہا ہے کئی دن سے آبلہ دل کا

ابہی چمن میں ہوں آنکھیں نہ بند کر صیاد — حذر کر آہ سے میری خدا سے ڈر صیاد

قلق نصیب ہو کیا سیر باغ بے کھٹکے — عدوے جان ہے ادہر باغبان ادہر صیاد

اپنے سوا رقیب کی گلتی ہے دال کب — باتیں بنا ہے لاکہہ وہ شیخی بگھار کے

اوسپہ مرتے ہیں کرے تازہ جو بیداد کوئی — ہم ستم سہتے ہیں گر ہو ستم ایجاد کوئی

قلق امجد علی فرزند محمد علی متوطن دہلی جائے باش او لکھنؤ از تلامذہ فخر الملک نواب میر منو بیتاب صاحب دیوانست ؎

خواب عدم میں چین سے سوتا تہا ای قلق — ٹہوکر لگا کی کس نے کہ بیدار ہو گیا

دل مضطر کا حال اوس سے بیان کیجے تو کیا کیجے — وہاں نازک دماغی یاں یہہ عالم ناتوانی کا

میں نے اونسے جو کہا دلمیں خفا ہو مجھسے — ہنسکے بولے ہے قلق تجھکو کرامت شاید

قمر مرزا قمر الدین الملقب بہ افتخار الدولہ نائب السلطنت لکھنؤ بن مرزا جعفر باقتیل تلمذ داشت او راست ؎

چھپا نہیں ہے کچھہ مرے قاتل کا اضطراب — دیکہا تہا اوس نے کب کسی بسمل کا اضطراب

ظاہر میں جو تو چاہے سو حق میں قمر کے کہہ — خلوت میں لیکن اوس سے نکرنا نہیں نہیں

قناعت مرزا غلام نصیر الدین ابن مرزا ولی الدین ابن شاہ عالم بادشاہ از شاگردان احسان و مرزا صابر دیوانے دارد ؎

کہویا غم فراق نے دل سے جہان کا غم — غم ہی ہمارے واسطے غمخوار ہو گیا

گئے تہے تم کہان آئے کہان سے — کہ ہے مسکی ہوئی چولی قبا کی

بنوا چکے بہوین بس اشارہ سے کیجے قتل — اب دیر کیا ہے تیز ہی تلوار کر چکے

اوٹھہ کے تو بہی چل اے خار دو قدم کہ بہت — ہم اپنے ساتھہ کوئی ہمسفر نہیں رکھتے

قیس مرزا احمد علی ابن مراد علی یا امداد علی وعلے تصاد القولین مشہدی موطن

لکهنوی مولد سخن بر جعفر علی حسرت عرض نموده اوراست ؎

نادان ابهی ہو پیارے جانے بلا تمہاری ۔ کیا چیز ہے محبت اب تم سے کیا کہون مین

قیس محمد عنایت اللہ وطنش بهیکم پور است و منشا و مسکنش کول از منشی نبی بخش حقیر باستفاده پرداخت اوراست ؎

لے گیا دلکو ساتهہ پیکان کیچ ۔ تیر بهی اوسکا دلربا نکلا

حرف الکاف

کاظم کاظم علی از شاگردان مومن و نصیر بوده است در منڈاور متعلق ضلع بجنور اقامت داشت اوراست ؎

اے طفل اشک ہم تجهے آنکهون مین یون کئے رہا ۔ اور تو ہمارے راز کو یون بر ملا کرے

کامل مرزا ناصر الدین ابن مرزا ابو سعید ابن عالمگیر ثانی از شاہزادہ دہلی با برادر عمزاد خود مرزا رحیم الدین حیا نسبت تلمذ داشت اوراست ؎

تو جکر پر قید سے چهوڑا تو کیا چهوڑا ہمین ۔ تو ہی کہہ اس حال مین جائین کہان صیاد ہم

کرم شیخ غلام ضامن متوطن کوتانہ خوش باش دہلی عمرہا در حیدرآباد بسر برده در ہردو زبان پارسی و ریختہ فکر بلند دارد مومن دہلوی مصلح گفتار اوست در بهوپال از جہان رفت از وست ونکوست ؎

ہاتهہ ہوویگا مرا اور ترا دامان ہوگا ۔ چاک جب صبح قیامت کا گریبان ہوگا
نظر سے گر چلا ہون کون تهامے ۔ بجز مژگان بہ گرد دیده مجهکو

کلیم تخلص حضرت برادر بزرگ نامہ نگار سید نور الحسن خان ترجمہ شریف ایشان در طور کلیم او صبح گلشن و شمع انجمن تما مہا نگارش یافت و گفتار دلپسند ریختہ و پارسی

شان درانہا طراز اندراج پذیرفت اینجا ہم تیمناً و تبرکاً گلی از چمن و دانہ از خرمن آبکے
از دریاے روان و قطرہ از بارش باران اعنے شعرے چند از طور کلیم بشرف افزائی
این صحیفہ برآوردم وہو ہذا ؎

کیا دہرا ہے قصۂ فرہاد مین | فرق آتا ہے کسی کی یاد مین
دل تو رندونکے صاف ہوتے ہین | قطرہ آتا نہین عبادت کا
اسے جوش عطش ابھی نہین لگتا کسطرح | پیدا کہین سے ناخن غم کی خراش کر
جو گرمۂ عیش نہون جان سے جانے والے | کوئی بازار سے لے آو رلانیوالے
لطف کا کوئی تو پہلو ہے کہ ہم جاتے ہین | ابھی بٹھادیتے ہین محفل سے اوٹھانیوالے
ہوگیا آج مسلمان کلیم خستہ | ہمکو اسکا تو یقین ہے نہین پر کہتے ہین

کلیم میر محمد حسین معاصر سودا و میر باشندۂ دہلی در پارسی ہم فکر میکرد اکثر رسائل
محی الدین ابن العربی بریختہ آوردہ طبع رسا ذہن فلک پیما داشت در طب ہم مہارت
کامل بہم رسانیدہ مثنوی و دیوان ازو یادگار اوست ؎

درازی شب ہجران و زلف یار کلیم | تجہی سے پوچہہ کہ کاٹی ہے رات آنکہون مین

کوثر مرزا مہدی علی خان ابن قطب الدین خان لکہنوی مسکن و دہلوی الوطن
بعض ارباب تذکرہ مرزا مہدی نامش نگاشتہ اند واللہ اعلم بہرحال از شیخ ناسخ
باستفادہ پرداخت از وست ؎

کیا ہی کشش ہے کوچۂ دلبر کی خاک مین | بے دست و پا بہی ہو وے تو مثل صبا چلے

کوثر حکیم عابد علی خیرآبادی در طب دستگاہ بلند دارد و در سخن پایگاہ ارجمند
از مظفر علی اسیر و امیر احمد امیر استفادہ دارد امروز در لکہنو بخدمت مولوی عبدالحی
در تحصیل علوم دینیہ سرگرم است از وست ؎

نہ آئے بہولکر بہی تم کبہی میری عیادت کو | اسی رستہ سے اے رشک مسیحا بار ہا نکلے

ذرا دیکھو تو شوخی آئینہ کو ہاتھ مین لیکر — خود اپنے عکس سے پہرون وہ بیٹھی منہہ چڑا ئےگی

کیف شیخ فضل احمد ابن شیخ اکبر علی متوطن لکھنؤ از میر وزیر علی صبا اکتساب سخن کردہ دیوانے دارد او راست ؎

اک آہ سے تو میری بیچین ہو گئے تم — کہئے تو میرے دلکو کیا اضطراب ہوگا
ایسا نہو کہ میری طرح ہو فریفتہ — آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھہ بھال کر

کاف پارسی

گرم مرزا حیدر علی بیگ فرزند مرزا نیاز علی بیگ مولدش دہلی از مشاہیر تلامذۂ مصحفی سخن شایستہ میگفت او راست ؎

پہرتا تہا تو جسوقت کہ گلشن مین خرامان — کیا سرو بہی آگے ترے ناچار کہڑا تہا
سیل گریہ سے نہ ہم تا بہ کمر ڈوب گئے — اسقدر روئے کہ ہمسایون کے گہر ڈوب گئے

گمان نظر علی خان دہلوی مقیم فیض آباد شاگرد اشرف علی خان فغان او راست

واسطے جسکے سبھی مجھکو برا کہتے ہین — وہ جو سنتے ہین تو کہتے ہین بھلا کہتے ہین

گویا حسام الدولہ فقیر محمد خان بہادر ابن بلند خان از گرامی امراے لکھنؤ بود وہ وے شیخ ناسخ و خواجہ وزیر مصلح گفتار او با اہل سخن مدارا تہا میکرد و قدر دانی مینمود این چند ابیات از دیوانش انتخاب زدم او راست ؎

صندلی رنگ پہ مین مر ہی گیا — درد سر کسکا یہان سر ہی گیا
تہا جو افتادگی شعار اپنا — نہ زمین سے اوٹھا غبار اپنا
دل نہین اوس بت کی الفت چھوڑتا — ناسمجھہ کو لاکھہ سمجھاتے ہین ہم
نہ مرے زخم پہ رکھو مرہم — میرے قاتل کی یہہ نشانی ہے

تا آں عاشق و معشوق ہی ایک	سنا ہے شمع سوزان کی زبانی

گہر کنز الدولہ خورشید علی خان ولد مجد الدولہ از امراے لکھنؤ بود او راست ؎

نالون سے اپنے عرش تو جنبش میں آگیا	اوس بت کے کانتک نگئی پر صدا کہ دل
جانتے ہیں ہم محبت آزمائی ہو چکی	آؤ گلے لگ جاؤ گلے بس اب لڑائی ہو چکی

حرف اللام

لطیف سید شمس الدین باشندہ سورت خوش باش لکھنؤ ؎

ایسی الفت کو لگے آگ پڑے چولہے مین	جو ہے دلسوز مرا دہ ہے جلاتا ہے مجھے

لطیف منشی عبد الحق فرزند منشی شرافت اللہ کہ ساکن ارکاٹ ست از افکار اوست ؎

عدم سے جانب ہستی مین خستہ جان آیا	کہانسے تیری محبت مین مین کہان آیا

لطف مرزا علی استر آبادی موطن و دہلوی منشا در اطراف عظیم آباد سکونت ورزیدہ مؤلف گلشن ہند بکار اورا از تلامذہ میر تقی نگاشتہ وصاحب تذکرہ سخن شعرا بابطال و تغلیط آن پرداختہ واللہ اعلم تذکرہ ریختہ گویان گرد آوردۂ اوست ؎

ہوگئی زنجیر پا اپنی وہ زلف پر شکن	ورنہ دل تجھسے کو دیتا کیا کوئی دیوانہ تھا
ایک دن حال دل زار نہ دیکھا نہ سنا	سچ تو یہہ تجھسا ہی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
اپنا تو بدگمانی سے بس کام ہوگیا	گو اور طرح اوسکی ہو چولی مسک گئی

حرف میم

ماہ مرزا عنایت علی بیگ برادر خورد مرزا حاتم علی مہر تلمیذ مستعد خواجہ حیدر علی آتش

دیوانے و واسوخت دارد امروز تحصیلدار ایٹہ بافتخار بسر می برد او راست ؎

ہر روز نیا وعدہ ہے ہر روز نیا عذر
بن بن کے بگڑتا ہے مقدر کئی دن سے

کا نہو نیہ یان جنازہ ہی تلک عدم مین روح
کوسون بڑہا ہوا ہے پیادہ سوار سے

ماہر مرزا جمعیت شاہ ابن مرزا زور آور بخت از اولاد شاہ عالم بادشاہ دہلی از مرزا صابر باکتساب سخن پرداختہ او راست ؎

ہم بہی ضرور کعبہ کو چلتے پر اب تو شیخ
قسمت سے بتکدہ ہی مین دیدار ہوگیا

ناصح کی بات سننے کا کسکو یہان دماغ
تیرا ہی ذکر تہا کہ مین ناچار ہوگیا

کہینچ لے اے چارہ گر پہلو سے میرے دل سمیت
ورنہ مشکل ہی نکلنا یون تو اوسکے تیر کا

ہونا پامال جو قسمت مین تہا اپنی تو کیون
اتنے انداز و ہمین آئی تری رفتار پسند

ماہر کا شکوہ کیا ہی اوسے بہی بلا تو لو
کہئے کسیکو آپ نہ اپنے گمان پہ کچہہ

مایل میر عالم علی ابن میر مودود بخش خان بہادر از عمایدِ سہسوان بودہ است سخن بمرزا نوشہ می نمود گویند کہ جوان وجیہ بود در عین شباب درگذشت ؎

گلپوش بعد مرگ بہی اپنا مزار ہے
کیا لطف ہے کہ عین خزان مین بہار ہے

مبتلا مردان علی خان ابن نواب محمد علیخان متوطن غازیپور باشندۂ بنارس ہمعصر سودا در ہر دو زبان دیوان و تذکرہ دارد ؎

شیشۂ دل ٹیک دیا تونے
سنگدل آہ کیا کیا تونے

مبین حافظ غلام دستگیر فرزند و شاگرد حافظ قطب الدین مشیر از جاے سکونت او آگہی دست نداد این چند ابیات از خیالات اوست ؎

وہ ادہر آتے ہین اور پاؤن ادہر ٹرتا ہے
غیر کے جذبۂ الفت کے اثر کو دیکہو

رہی ابتک ہے اون بوسونکی لذت
لبون پر پہیرتا ہون مین زبان کو

مجذوب مرزا غلام حیدر بیگ پسر تبنیٰ و تلمیذ سودا اصلش از دہلی و خود در

لکھنؤ اقامت ورزید دیوانے دارد اوراست ؎

عداوت سے تمہاری کچھہ اگر ہووے تو مین جانون
بہلا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو مین جانون

بس اب تیری تاثیر اے آہ دیکھی
نہ آیا وہ کافر بہت راہ دیکھی

مجروح میر مہدی حسین فرزند میر حسین نگار دہلوی تلمیذ مرزا نوشہ غالب از دوست

نہونے سے ترے سب کام بگڑے
تجھے اے صبر مین لاؤن کہان سے

مجنون تخلص معروف بنام درویش برہنہ احبادا و از یک دو واسطہ اسلام پذیرفتند گویند کہ در کوسے و برزن برہنہ می گشت سخن باصلاح میر تقی می گفت اوراست ؎

بیٹھا تہا مجھکو دیکھہ بہانے سے اوٹھہ گیا
حسن سلوک آہ زمانے سے اوٹھہ گیا

محب شیخ ولی اللہ وظیفہ یاب مرزا سلیمان شکوہ تربیت یافتہ سودا باشندۂ دہلی در لکھنؤ رحلت کرد اوراست ؎

تو اور تری چاہ پوچھنا کیا
صدقے ترے واہ پوچھنا کیا

بڑہ کچھہ تو ایک بوسہ پہ آیا را ورہی
ہین ورنہ جنس دل کے خریدار اور ہی

اور تو کیا کہون اک آن جو ہم تک آوے
نذر جی کرتے ہین ایجان جو ہم تک آوے

محبت نواب محبت خان ابن حافظ الملک نواب رحمت خان از میر درد و حسرت استفادہ داشت بعد شہادت والد بزرگوار خویش از بریلی بہ لکھنؤ توطن گزید در سنہ ۱۲۲۲ھ فوت شد اوراست ؎

آپ کچھہ غیرونکو چھپ چھپ کے رقم کرتے ہین
یہہ جو ہو جھوٹ تو ہم ہاتھہ قلم کرتے ہین

محبوب محبوب خان قوال باشندۂ دہلی در فن خویش مستعد بود

خنجر بہی نہ سنبھلے جو دم قتل تو کہیے
تقصیر ہماری ہے کہ تقصیر تمہاری

محزون مولوی ظهور النبی پیرزاده سرہند در نواح کلکته بود و باش گزیت این
دو بیت از افکار اوست ؎

ہمیشہ غش پہ غش آیا اسی تمنا مین	کہ اب چهڑکنے کو ہمیر کوئی گلاب آیا
اب وصل کے مذکور پہ رہتے ہین وہ خاموش	اقرار تو یکسو رہے انکار بهی چهوڑا

محنت مرزا حسین علی بیگ دہلوی موطن و لکهنوی نشا از تلامذہ جرأت بودہ است

آمد نہ فصل گل کی نسیم سحر سنا	مر جاؤن گا قفس مین نہ ایسی خبر سنا
اوس بت نے جو غیر و بنیہ کیا لطف تو یارو	مجهہ سے نکہو بہر خدا مین نہین سنتا

محترم خواجہ محترم علی خان از سکونت وززان عظیم آباد است و تلمیذ شاہ گهسیٹا
عشق اوراست ؎

اے محترم اتنی اشکباری	کهل جاے ہے ابر بهی برس کر

محو نواب غلام حسن خان ابن نواب غلام حسین خان ہسر و رسخن بہ ذوق و مرزا
نوشہ گذرانیدہ ؎

گهبراے ہوئے پهرتے ہین اب بام پہ وہ بهی	اتنا تو ہوا ہے مرے نالون کے اثر سے
انداز جنون کونسا ہم مین نہین مجنون	پر تیری طرح عشق کو رسوا نہین کرتے
دل لگانیکا مزا دیکهہ لیا آخر کار	ہم نہ کہتے تهے کہ اے محو پشیمان ہوگا

مخبر منشی احسان اللہ دہلوی خوش باش میرٹهہ با ذوق دہلوی تلمذ داشت اوراست

یہہ نہوگا کہ مرے قتل سے در گذرینگے	جو رقیبون نے سکهایا ہے وہ کر گذرینگے

مصحفی غلام ہمدانی خلف ولی محمد قدیم باشندہ امروہہ ضلع مراد آباد بودہ است
زمانها در شاہجہان آباد بسر بردہ در اواخر بہ لکهنؤ توطن گزیدہ و تا دم واپسین
دوری آن بلد نگزید عالمی از وے استفادہ بار بعد دو جهانے مستفیض او بود
اوستاد مشهور ست بر ہمہ اصناف و انواع سخن ید طولے داشت در ریختہ فکر بلیغ

نصیب اولو دو ہم در پارسی فکری فرمود ہشت دیوان و دو تذکرہ ریختہ از نتائج افکار اوست و دیوانے و تذکرہ بپارسی یادگار اوست ۵

عشوہ و ناز و ادا اوسکے یہی کہتے ہین
لے سکے کون یہان نام شکیبائی کا

چھیڑمت ہر دم نہ آئینہ دکھا
اپنی صورت سے خفا بیٹھے ہین ہم

یار کا صبح تک ہے وعدۂ وصل
ایک شب اور بھی جینے ہے ہمے

تیری تصویر کو لیکر شیرین
اپنی چھاتی سے لگا رکھتی ہے

یہہ شب ہجر مین اوٹھہ اوٹھہ کے قلق کے مارے
دل کو دیتا ہون تسلی کہ سحر ہوتی ہے

مصحفی سود نصیحت کا نہین عاشق کو
مین نہ سمجھون تو بھلا کیا کوئی سمجہائے مجھے

وقت خلوت وہ یہہ کہتا ہے کہین کہہ دونگا
تو نے ہاتھون سے اگر منہہ کو مرے بند کیا

سننے پائے نہ دہن سے ترے دشنام تمام
جھنجھلا بیٹھے ہی تے اپنا تو کیا کام تمام

تا کو مین تم آئے ہو مرے وصل کی شب ہے
اب ہوش رہا جائیگی یہہ انکار کی باتین

رکھہ کے ہم زانو پہ جس وقت کہ سر بیٹھہ گئے
یہہ سمجھہ لیجیو کہ ہمسایونکے گھر بیٹھہ گئے

تم وان گئے کسی کی ملاقات کے لیے
ہم یان تڑپ تڑپ کے مر گئے اک بات کے لیے

جانے کا نہ لے نام کہ مر جائیگا کوئی
بے درد ابھی جی سے گزر جائیگا کوئی

مضطر داروغہ قیوم بخش خلف داروغہ حبیب اللہ از باشندگان خطہ سہسوان اجداد او عہدہ ہاے سرفراز سرکار انگریزی یافتند و خود ہم با متیاز و اعزاز تمام بسر برد الا از علم و فن نصیبے ندارد از تسلیم سہسوانی و مرزا مہر استفادہ دارد در مرثیہ تحت اللفظ نیک سخن از او راست ۵

تمنائین بر آئین جی کی نکلین حسرتین دل کی
گلے ہم آ کر لگے دم بسمل اگر شمشیر قاتل کی

مضطر اسد اللہ فرزند شیخ فیض اللہ باشندۂ پلکنہ علاقہ کول و بہاران جا علاقہ روزگار دارد او راست ۵

ملی فرصت نہ جبین سائی سے | دیر چھوٹا تو حرم یاد آیا

معروف نواب الٰہی بخش خان بن مرزا عارف جان برادر زادہ شرف الدولہ قاسم جان دہلوی با نصیر دہلوی نسبت تلمذ درست کردہ در پایان عمر از دنیا و مافیہا گسستہ بخدا پیوست و در ۱۲۴۲ ازین خاکدان ریخت پرست دیوانے گزاشت اوراست ع

اوٹھے جہان سے ہم آتے ہی اونکے اے معروف | غرضکہ ختم ہے بس اس پہ اب سو التعظیم
تو اک وفا بھی مجھسے کرے کاش بعد ازین | مقدور کیا کہ کوئی تجھے بے وفا کہے
تھا شب وصل یہ احوال کہ ہر کھٹکے پر | چونک پڑتا تھا کہ اب کے تو مقرر آیا
کیسی بے رحمی خدا نے اوسکے جی مین ڈالدی | بات رونے کی مری سنکر ہنسی مین ٹالدی
ہوگئے تم تو مرے دشمن جان | ایسی مین دوستی سے درگذرا

مقبول منشی مقبول احمد بن منشی خدا بخش مرادآبادی منشی روبکاری والد ماجد نامہ نگار گفتار ریختہ و سخن شگفتہ میگوید از خیالات اوست ع

اپنے دامن کے تو لیتے رہے جھٹکے | دامن صحرا سے اولجھا چاہئے
آئے کیون میکدہ مین اے مقبول | تم تو کہتے تھے پارسا ہین ہم
للہ دیکھ بھال کے نالے کیا کرو | مقبول بات اپنا تو جی ہی نکل گیا
تنگ آگیا ہون اس دل صورت پرست سے | دیکھا کوئی حسین کہ زمین پر مچل گیا

مقصود مقصود بیگ باشندۂ لکھنو بیتے از و دیدہ شد ع

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہو کیون مشفق من | بوسہ وہ شے ہے کہ دونونکو مزا ملتا ہے

ممنون فخر الشعرا میر نظام الدین خلف ملک الشعرا میر قمر الدین منت سونی پتی موطن و دہلوی مولد و لکھنوی نشا مدتے بر صدر الصدوری اجمیر مامور ماندہ سخن دلاویز او مرحبا را سزد و در ۱۲۶۰ قالب تہی کرد شاعر شیرین زبان ہست تاریخ سال وفات اوست دیوانے دارد

گمان نہ تجھپہ کرون کیونکہ دل چرانے کا / جھکا کے آنکھہ سبب کیا ہے مسکرانے کا

یہہ سینہ ہے یہہ جگر ہے یہہ دل ہے بسم اللہ / اگر خیال ہے تلوار آزمانے کا

لے لیا بوسہ تو دین کیا کیا نہ اونسے گالیان / یان گنہہ سے بہی زیادہ ہے سزا تقصیر کا

غنچہ کو اونکے آگے تہا لاف خوشی دہانی / کچہہ وہ جو بولا اوٹہا تو کیا جواب آیا

الٰہی وہ جو وعدے ہین وفا کسطرح ہوینگے / نہ وان خو یاد آنیکی نہ یان سے خو وہ تقاضا کا

اے فوج چاک اب سر تاراج کس لیئے / تختہ تباہ تو مرے دامان کا ہو چکا

دلمین ہو جو ہے نکالین وہ ذرا بولکے خوب / آج اوس شوخ سے لڑ لیجیے دل کہولکے خوب

فقیر سید اسمعیل حسین بن منشی احمد حسین شکر از باشندگان شکوہ آباد از رشک لکہنوی باستفادہ سخن پرداختہ مدتہا در سرکار رامپور باعزاز بسر بردہ و اندرین قرب در سنہ ۱۲۹۱ ہمانجا جان باجل سپرد دیوانہا دارد سخن شایستہ میگفت ازوست ۵

جو میرے دل مین ترا دہیان بہول کر آیا / تو سوچتا ہے خدا جانے مین کدہر آیا

ہچکیان بات بہی کرنے نہین دیتین پیہم / آج ہین شہر خموشان مین کسے یاد آیا

لیچلا جان کو دم دیکے کدہر خیر تو ہے / کچہہ سفون مین بہی تو ابدل سے کیا یاد آیا

تا کوئی رہ سکے تصویر کو بہی چہو نہ سکے / منہہ بگاڑا جو کبہی سامنے بہزاد آیا

گہر بیٹہے دیکہہ لینگے پرائی نظر سے ہم / لے لینگے آج آنکہین تری نامہ بر سے ہم

کب کی ہے جستجو ہے شب وصل مین کہی / آگے پڑے رہے ہین چراغ سحر سے ہم

اے ضعف ہمسری جو نزاکت کو ہو گران / گہٹ جائین اور بال بکہرا ونکی کمر سے ہم

سنتے ہین ہوتے ہین وہ دم ذبح بیحجاب / اوس ایکدم کی تاک مین ہین عمر بہر سے ہم

ہین بیخودی مین ضعف سے راہین گری ہوئین / حیران ہین کہ آپ مین آئین کدہر سے ہم

گرمی مین جلانے کے لیئے دیتے ہین پنکہے / خس خانہ مین بہی دل مرا ٹہنڈا نہین کرتے

مومن شمع بزم سخنوران حکیم مومن خان خلف الرشید حکیم غلام نبی خان دہلوی نژاد

وجہان اوستاد ست عالمے از نخل وجودش ثمرہ بدامن مدعا آورد دانا داند کہ پایہ ریختہ از پستی باوج رسانیدہ اوست زبانش سحر سامری می نماید و بیانش گرۂ دل بستگی می کشاید غزلیات اولاجواب ست و مثنویات او مغز انتخاب علاوہ این فن در طب دستگاہ وافر داشت و از پارسی بہرۂ شطافر و با اینہمہ برخلاف طایفہ شعرا کہ بیشتر مشرب آزادگی و وارستگی پسندیدہ اند عقیدۂ مقبول کیش خود کردہ و بر جادۂ مستقیم سنت پاے عقیدت افشردہ جزاہ اللہ خیرا عنے و عن سائر المسلمین چندے از شاہ نصیر بمشورت سخن پرداختہ در ۱۲۶۸ غنچہ حیاتش افسردہ گشت از ماتم مومن خان سال وفاتش برمی آید قصاید و دیوان و مثنویات دارد و اوراست ؎

اون سے پریوش کو نہ دیکھے کوئی
مجھکو میری شرم نے رسوا کیا

خدا کی یاد دلاتے تھے نزع مین احباب
ہزار شکر کہ وہ شوخ بدگمان نہوا

نالہ اکدم مین اوڑا اڑا لے دہوئین
چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

اوسے بدخو کا کرم بہی ستم جان ہوگا
مین تو مین غیر بہی دل دیکے پشیمان ہوگا

بات کرنے سے رقیبونکے ابہی ٹوٹ گیا
دل بہی شاید اوسی بدعہد کا پیمان ہوگا

کس لیے تہی اوسکی دلمین محبت جوا نہین
سچ ہے کہ تو عدو سے خفا بے سبب ہوا

شوخ بازاری تہی شیرین بہی مگر
ورنہ فرق خسرو و فرہاد کیا

روز جزا جو قاتل دلجو خطاب تہا
میرا سوال ہی مرے خونکا جواب تہا

بیچو دتہے عشق تہے محو تہے دنیا کا غم تہا
جینا وصال مین بہی تو مرنے سے کم تہا

واعظ بتونکو خلد مین لیجائینگے کہین
ہے وعدہ کافرون سے عذاب الیم کا

شوخ کہتا ہے بے حیا جانا
دیکہو دشمن نے تمکو کیا جانا

ہے جلوہ زیر نور نظر گرد راہ مین
آنکہین ہین کسکی فرش تری جلوہ گاہ مین

ناصح کہان تلک تری باتین اوٹہا سکون
سچ ہے کہ مجھکو طاقت جور و ستم نہین

مرگ سے تھی زندگی کی آس سو جاتی رہی
کیوں بری حالت تھی شوخی غیر اچھا ہو گیا

میر گلا ہنسی سے نہیں گھونٹتے تھے وہ
کیا سوچکر رقیب خوش آیا خفا گیا

خوب سنج رشک غیر کی بھی ہمکو ہو گئی ؛
اب اور کچھ نکالیے آزار کیطرح

مانگا کرینگے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

عدو کے وہم سے تکتا ہوں بزم غیر میں سو
نہیں ہے اور کچھ یوں آپ جو چاہیں گمان کیجے

وہ آتے ہیں پشیمان لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

میر — میر محمد تقی خلف میر عبد اللہ خواہرزادہ و تلمیذ سراج الدین علی خان آرزو باشندہ اکبرآباد بود آخر الامر بتقرر وظیفہ کہ از سرکار لکھنؤ می یافت بہ لکھنؤ سکونت ورزید اوستاد مسلم الثبوت بودہ است کسے را از وے انحراف نیست خسرو اقلیم سخنوری و سخندانی است و موجد الفاظ و معانی چمن آرای گلشن سخن ست و بہار افزاے گلبن فن در جمیع صنائع سخن جز بہ قصیدہ قادر بود علی الخصوص در مثنویات و غزلیات نظیرے نداشت المختصر در سنہ ۱۲۲۵ آنجہانے شد کلیاتے مشتمل بر مثنویات و دیوان و تذکرہ شعرا و قصائد از وے یادگار ماندہ او راست ۵

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا

ہم تو آگے ہی مر رہے ہیں میر
تیغ کھینچے پھرے ہی یار عبث

بوے گل اور رنگ گل اللہ ہی اللہ اے نسیم
لیک بقدر اک نگاہ دیکھیے تو وفا نہیں

تمناے دل کے لیے جان دے
سلیقہ ہمارا تو مشہور ہے

پان لیتا تو جا فقیروں کے
برگ سبز ست تحفۂ درویش

رقعہ ہمیں جو آئے ہے سو تیر میں بندھا
کیا دیجیے جواب اجل کے پیام کا

چلا نہ اوٹھ کے وہیں چپکے پھر تو میر
ابھی تو اوسکی گلی سے پکار لایا ہوں

خوش نہ آئی تمہاری چال ہمیں
یوں دم کرنا تھا پائمال ہمیں

نامرادانہ زیست کرتا تھا
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا

میر کی وضع یاد ہے ہمکو
اور بھی مرتے تھے بہانے کے

حرف النون

نادر سید نجم الدین حسین ابن سید قمر الدین متوطن میہنسگہ مقیم ٹالیگنج در پارسی هم فکر بسیار دلب و ربل نیکو پیداست از وست ؎

ضبط کر رکھتا ہون آپ کو دل غمناک مین
ورنہ اس چرخ ستمگر کو ملا دون خاک مین

جو نہ پسند آگئی تمکو تو ہان سمجھ لونگا
نہین نہین یہ تمہاری مجھے پسند نہین

ناسخ شیخ امام بخش ابن شیخ خدا بخش تاجر لاہوری از گرامی سخنوران و نامی قافیہ سنجان لکھنو بودہ است آوردہ اند کہ از محمد عیسیٰ تنہا اصلاح میگرفت باز انحراف ورزید و خود مصلح گفتار دیگران گردید از حق گذشتن نباید و حرف راستی گذاشتن نشاید درین شکی کہ او تراشیدہ و نقشی کہ بر صفحہ ایجاد کشیدہ بر غایت رسائی ذہن او دال است شک نیست کہ ناسخ بطرز خویش شاعر ممتاز بودہ است مضامین بلند می یابد و الفاظ دلپسند می آرد و قصہ مختصر در سنہ ۱۲۵۴ طائر روح او پرواز کردہ کلیاتی دارد او راست ؎

یہ ساعد و نگاہ ہے اوسکے عالم کہ جسنے دیکھا ہو وہ بیدم

نیام تیغ قضا سے سبز لقب ہے قاتل کی آستین کا

دے دوپٹہ تو اپنا ململ کا
ناتوان ہون کفن بھی ہو ہلکا

بس ہین ہوتا نہ سراپے مین کبھی آ ناسخ
آہ میرا مرے قابو مین اگر دل ہوتا

تجھ سے انصاف تو کر چھوٹ نہ سکا ایک رقیب
مین نے کیونکر تری الفت مین زمانا چھوڑا

ہے یہان کسکو شب فرقت مین ہوش
ہو چکی ہوگی ہزارون بار صبح

عشق مین دل نے پھنسایا تو ہوا غیر کو رنج
نہین اپنے مین مروت جو ہے بیگانے مین

کونسا خورشید آج اپنا چراغ خانہ ہے
بزم مین باہم ہجوم ذرہ تو پروانہ ہے

دم اخیر تو کر لون نظارہ جی بھر کر
الٰہی خنجر سفاک آبدار نہ ہو

فرقت قبول رشک کے صدمے نہین قبول
کیا آئین ہم رقیب تری انجمن مین ہے

دوچار جرعین پہونچین اگر اور بھی ہمے
مستی کیطرف منہہ نکرے کوئی عدم سے

شوق مے نے کر دیا اس درجہ مجھکو بیحواس
محتسب سے راہ پوچھی خانۂ خمار کی

اے موذن کر دعا جاتے اذان
وصل کی شب اور کوئی دم رہے

میرے لاشہ کے وہ ہمراہ سحر تک ہووے
اے اجل تیرا قدم مجھکو مبارک ہووے

ناظم نواب یوسف علی خان بہادر والی ریاست رامپور ابن نواب محمد سعید خان بہادر در علم عربیہ و فارسیہ دخل معتد بہا داشت در سخن از مرزا نوشہ استفادہ برداشت گفتار عاشقانہ میگفت دیوانے وارد از دست ہ

جس نے نہ آپ مین تجھے پایا وہ دردمند
آوارۂ منازل دیر و حرم ہوا

یہہ خوشی کیا ہے کہ ہے ذکر ہمارا ہوتا
ہوتے ہم اور ہمین بات کا یارا ہوتا

لکھا ہوا وہ ہماری ہی سرنوشت کا تھا
عدو کیواسطے جو غم ہمین پسند ہوا

تا دامن آکے چاک گریبان نے دم لیا
ہے دامن اور جیب مین رشتہ قریب کا

کیا میرے کام سے ہے روانی کو دشمنی
کشتی مری کہلی تھی کہ دریا ٹہر گیا

پھر نہ کہئے گا سنا کر مجھکو
لوگ کہتے ہین ستمگر مجھکو

چلے ہو دشت کو مجنون اگر ملے ناظم
ذرا ہماری طرف سے بھی پیار کر لینا

دلسے ایجان کے دشمن نہ اوتارا ہوتا
چڑھ گئے تھے ہم اگر دیدہ تو مارا ہوتا

آدمیت نہین تجہہ مین یہہ عدو کی ہے ضد
یون بری کہنے مین مانا تری تحقیر نہین

مین جانتا ہون میری نغانسے اوڑ گئی ہے نیند
وان جاگتے ہین غیر کے وہ انتظار مین

ناجی مبارز الدولہ نواب مرزا حسام الدین حیدر خان خلف مرزا محمد غیاث از عمایدِ دہلی و از خوانین پادشاہ لکھنؤ بودہ با میر مستحسن خلیقؔ تلمذ داشت در پایانِ عمر شعر و سخن را ترک گفتہ از خیالات اوست ؎

امید دل ہی اوس سنگدل سے سخت بیجا ہے
مگر ان چاہنے والونکا پتھر کا کلیجا ہے

قتل کے دم بھی نہ کچھہ ناجی نے قاتل سے کہا
کیا بیان تم سے کرون اوس کم سخن کی سرگذشت

دم شماری مین مجھے چھوڑ کے جانا کیا تھا
جان جانیکو بھی عاشق کے سنجانا کیا تھا

نثار محمد امان ابن سعادت اللہ معمار باشندہ دہلی از تلامذہ شاہ حاتم دیوانے دارد

شکوہ کو ٹھہرے ہی کو ٹھے گھر ہمارے آرہا
غیر دروازہ پہ بیٹھا رہا ہی تکتا رہا

ہم سے لڑنے دوا و نہین کوئی تھولو درمیان
ایسے ایسے آگے جھگڑے ہوچکے ہین بارہا

سو بات پوچھیئے تو نہ دے ایک کا جواب
کردے تھکا تھکا کے یون ہی ہمکو لاجواب

گردش کا اوس نگاہ کی اب طور اور ہے
اے ساکنان میکدہ یہہ دور اور ہے

صورت موافقت کی کبھی سوجھتی نہین
صاحب کی وضع اور مرا طور اور ہے

نسیم اصغر علیخان خلف نواب آغا علیخان متوطن دہلی مقیم لکھنؤ از مومن دہلوی بمشورت سخن پرداختہ سخن شایستہ و سنجیدہ می فرمود در سنہ ۱۲۸۱ھ غنچہ حیاتش افسرد دیوانے گذاشت

جب دیکھیئے قرار نہین ایک شکل پر
میرا سا اہتو حال ہوا روزگار کا

منہ میرا نہ کھلواؤ کہ ہوجائینگے لب بند
دیکھو یہی اچھا ہے کہ مین کچھہ نہین کہتا

افشائے محبت کا جو تھا خوف تو ہر اشک
آنکھو نہین نہان تھا کوئی دامن مین چھپاتا

وائے قسمت کہہ ہی ہین دور ہی سے دیکھکر
کس لیئے تکلیف کی ہے آپ فرمائینگے کیا

ارمان نکل جائین کچھہ عاشق مضطر کے
آنسو نہ مرے پونچھو رونے دو جی بھر کے

جب اور کسی پہ کوئی بیداد کروگے
یہہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو اوٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

کہا مین نے تنہائی ہے بات سن لو
کہا ہنسکے تمکو تو سودا ہوا ہے

نسیم محمد یعقوب خلف حافظ غلام احمد نکہت از تلامذۂ عبد الکریم سوز ہ

نہ اوٹھاؤ نسیم کو در سے
جانیو خاکسار ہے اپنا

کوئی پھبتی ہے اسطرح کہ سدا
اک نہ اک بات پر لڑائی ہے

نصیر شاہ نصیر الدین عرف میان کلو ابن شاہ غریب اللہ باشندۂ دہلی تلمیذ میر محمدی مائل از اوستادان گرامی بودہ است مضامین عالی می آورد در حیدر آباد دکن وفات یافت دیوانے گذاشت اوراست ہ

جینے کے لیے جنبش لب کا تری کشتہ
منت کش اعجاز مسیحا نہین ہوتا

نہ سمجھو کہ آغاز خط عارضی ہے
خدا جانے کیا اسکا انجام ہوگا

نطق منشی مقصود احمد کاکوروی موطن سیتاپوری مسکن تلمیذ رشید محمد رضا صبر اکثر از گفتارش لطفہا بر داشتم دو دیوان دارد بروش خود سخن شایستہ میگذارد اوراست

سینہ مین حسرتون سے جگہہ ایسی بھر گئی
امید کشمکش مین پڑی دبکے مر گئی

سنہ ڈھونڈتین کہین اسے سوزن رفو دینا
پھٹے مین زخم جگر کے نہ پاؤن تو دینا

کیون دیکھکر حسینون کو نیت بدل گئی
اسے شیخ جی بشر ہین فرشتے نہین ہین ہم

رکھہ تیغ کھول اسے بت بیداد گر کمر
بھتا ہے ابتو خون شہیدان کمر کمر

ضد ہو تو سو فریب سے لے آؤن راہ پر
اسکو مین کیا کرون کہ اودہر دہیان ہی نہین

غیر مجبور ہین وار کرنے کو
آپ ہین مار مار کرنے کو

ہر بار اوسکتے ہین مری آہ رسا سے
ایسے وہ لڑاکا ہین کہ لڑتے ہین ہوا سے

بولا وہ دم تذکرۂ رحلت عاشق
بدنام کیا مجھکو سوا اپنی قضا سے

جی مین اوس شوخ کے اب کاش یہی آجائے
بوسہ دے ڈالیے ہر دم کا تقاضا جائے

اچھے رہین حضور ہی بندہ برا سہی
آپ ہی نباہ دیجیے مین بیوفا سہی

رکھہ لی خدا نے شرم محبت نباہ دی
پیارا دکھیلی ناز اوٹھائیے جفا سہی

بدنام مفت سارے زمانے مین کر گئی
سمجھین گے ہم ملے تو جوانی کدہر گئی

نوا ظہور اللہ خان ابن مولوی دلیل اللہ از اکابر بدایون بودہ است عمرہا در سیاحت ماندہ در پارس زمانہا بسر بردہ از شعرای اہل زبان خطاب ملک الشعرای یافتہ از تبار اللہ بقا استفادہ داشت دیوانے گذاشت بیشتر پارسی گفتار او تلف گشتہ بر ریختہ ہم فکر بلند داشت او راست ؎

تھکا ہے منزلونکا یا پیام یاس لاتا ہے
الٰہی خیر کیجو نامہ بر کچھ سست آتا ہے

ہے گرفتاری سے میری سارے عالم کی نجات
شور نالے سے مرے ہر شخص شب بیدار ہے

رہی ہے رات تھوڑی دل ہے مضطر دیکھیے کیا ہو
ادہر اندیشۂ دشمن اودہر اوسنے نہین پکڑی

نواب تخلص حضرت والد ماجد نامہ نگار نواب والا جاہ امیر الملک سید محمد صدیق حسن خان بہادر است کہ ذات ملکوتی صفات آنحضرت مستغنی عن الاوصاف والمدائح بر آمدہ ترجمۂ حافلہ حضرت ایشان در شمع انجمن و نگارستان سخن بہ بسط تمام سمت نگارش یافتہ و بندہ ہم اندکے ازان در صبح گلشن بر طبق عرض گذاشت درینجا ضرورت اعادہ نبود اما یاران سخن را ذائقہ این نعمت چشانیدن و ہمزبانان خود ارباب ریختہ را آب در دہن گردانیدن خوش نیندیشیدم لہذا نقش مختصر بر لوح گزارش کشیدم و ہو ہذا حضرت گرامی منزلت در سنہ ۱۲۴۸ بتاریخ نوزدہم جمادی الاول روز یکشنبہ از خلوتکدۂ عدم بہ بزمگاہ وجود پا گذاشتند و در ظل شفقت والد خویش سیدی و مولائی سید **اولاد حسن** رحمۃ اللہ علیہ در قنوج نشو و نما یافتند و سلسلۂ نسب حضرت ایشان بطرق صحیح بہ سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہان گشت میرسد حضرت ایشان بعد فراغ تحصیل علوم متداولہ و استحصال اسناد

کتاب وسنت از علما ومشاهیر زمان همچو صدر الافاضل والاقران مفتی محمد صدر الدین خان بهادر ومحدث یگانه مولانا شیخ حسین بن محسن الانصاری قاضی حدیده ومولانا محمد یعقوب برادر مولانا محمد اسحاق محدث دهلوی وشیخ معمر مولانا عبد الحق بنوتنی رحمهم الله تعالے بسعی احیاء سنت واماتت بدعت برخاستند وتحریراً وتقریراً لواے کلمة الحق برافراشتند خدا را انصاف کم که درانک زمان نقش دلخواه برکرسی مدعا نشست که جهانے از راه پیچ پیچاک ضلالت جاده نورد هدایت گشت اتباع حدیث باب اشاعت کشاد وتقلید آرا در مغاک ذلت افتاد تصنیف شریف آنجناب بحجم وضخامت بے غایت قریب به صد نامه میرسد هریکے ازان نامها بحر ذخار شریعت است وابر مدرار حقیقت وهنوز این سلسله بفضله تعالے یوماً فیوماً ترقی پذیر است ساده لوحی گمان مبالغه نبرد شواهد این دعاوی جم غفیر وجمع کثیر از اعاظم واعاید بلاد عرب وعجم موجود است ونیز هرکه چشم حق نگر دارد برآنها نظر بگمارد در سرعت تحریر آن ید طولے بکف آورده که از هفت تا نه نواخت روز زاید از یک جزو بعبارات دلچسپ عربی وپارسی روزانه بسلک تصنیف وتحریر می کشند وشگفت تر آنکه گاهے نوبت نقل آن مسوده نمی رسد بغیر حک واصلاح ونظر ثانی به قالب طبع ریخته میشود موزونی طبع را چه گویم هفته بیش نگذشته که دیوانے بپارسی زبان هر هفت گشته بر سر این فضائل واوصاف اگر حرفے از هجوم کار وبار ریاست وسیاست وانتظام وانصرام آن رانم این نامه بلکه هزار نامه دیگر کفایت نکند گاهے بریخته درافشانی نفرموده اند یکدو شعر از افکار دیرینه حضرت اعلیٰ که والا برادر در طور کلیم ایراد فرموده اند تیمناً وتبرکاً اینجا هم زینت بخش بزم سخن میشود ؎

باتوں باتوں میں کچھ اوسنے بات ایسی چھیڑ دی
کہتے کہتے دل سے حرف مدعا جاتا رہا

جانتا ہے او نہیں اسے شکوہ بیرحمی یار
تا بلب آکے خبردار دعا ہو جاتا

عبث رقیب کی تعریف مجھ سے کرتے ہو
یہی نہ کہدو کہ اوٹھ جاؤ میری محفل سے

غیر پوچھے ہی تو کہتے ہین مجھے
آپ بھی بندہ کے عشاق مین ہین

حضرت ناصح دل اوس بیدرد کو ڈھونڈوین
آپ تو کہتے کہ اسمین آپکی کیا راے ہے

سنکے دیوانہ مجھے قتل کیا اور بولے
ایسی رسوائی کے جینے سے یہہ مرنا اچھا

نواب تخلص نواب کلب علیخان بہادر المخاطب بہ فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ فرمانفرماے دارالسرور مصطفےٰ آباد عرف رامپور ست داد زبان رسا بعذر نارسائی از تحصیل کمالاتش معذور باز منشی امیر احمد امیر لکھنوی استفادہ گفتار می فرماید تنہا در ریختہ سحر سامری بکار نبردہ بلکہ از پارسی ہم اعجاز مسیحی برآوردہ چار دیوان در ریختہ دیکے بپارسی مصدق و مسجّل بمواہیر شعراے اہل زبان دارد وازافکار بلند اوست چہ خوش فرمودہ ع

ضعف کے ہاتھون سے نالون پر قیامت آگئی
ہاے اوسکے دلمین جب کچھ کچھ اثر ہونے لگا

حورین مرتی تہین شکل بسمل پہ
تیرے کشتہ پر ایک عالم تھا

نامرادی ہجر زمانے کی یہان چہائی ہوئی
فاتحہ پڑہیئے ذرا ہٹکر مری تربت سے آپ

تا ابد کیون نہ تڑپتے رہین ہم مقتل مین
حیف ممنون قضا ہون ترا بسمل ہوکر

آئینہ وہ دیکھتے ہین دیکھیئے
آپین آتے ہین کس صورت سے ہم

غیر کے آگے ذرا جھوٹ ہی کہدے قاصد
فقرے کچھ اور بھی اوس شوخ نے فرمائے ہین

تا نہو دعوی خون روز قیامت ہمکو
قتل کرتا ہے اداؤن سے وہ جلاد ہمین

پیکان یار غیر کے پہلو نشین نہو
دل مین نہو جو میرے تو یارب کہین نہو

الفت ہے مجھے غیر سے نفرت یہی سہی
اتنا نہ بولو جھوٹھ کہ دلکو یقین نہو

لب ہل رہے ہین غیر کے نواب وقت قتل
کمبخت بڑھ کے سن تو کہین آفرین نہو

اوسکو تو کوئی کچھہ نہین کہتا
سب برا کہتے ہین مقدر کو

کسکو محو دعا دیکھتا ہون تو مجھکو
یہہ فکر ہوتی ہے تیرا امیدوار نہو

ابہی توبہ تہی عشق سے نواب
پہر چلے اوس سے دل لگانیکو

وہ پوچہتے ہین جو مطلب تو سنبہلو اے نواب
نکل نجاے کہین جان مدعا کے ساتہہ

چہوڑ بیٹہے جب اوسیکو پہر گلہ دشمن سے کیا
چپ رہو نواب کیا حاصل ہے اس شکور سے

رو دیا یہہ کون شکوے گلے ہین تری جو آج
کچہہ خاک مین ملے ہوئے لخت جگر ملے

نہ دیکہو آئینہ عاشق ہوگے ورنہ تم اپنے
بڑی مشکل پڑیگی جو بٹہے وہ بہی برابر کی

دم وصال نزاکت سے تم نہ کہینچو آہ
بنی ہے یہہ تو فقط مجہسے جان بلب کیلئے

ہاے دم اوسدم نہ نکلا جب عدو کی قبر پہ
تم مجہے روتے ہوئے بہر عیادت لے گئے

پہر تسکین دل لے لی ہے غنیمت جانکر
وہ جو وقت ناز کچہہ جنبش تری ابرو مین ہے

غم تو میری طرف ہے کیا غم ہے
ساری دنیا اگر ادہر نہوئی

استقدر غیروں سے کیون سرگوشیان کرتے ہو تم
اک اشارہ ہے بہت میرے تو تم کیلئے

حسرتین گر نکل گئین دل سے
ہوگی پہر زندگی بہی مشکل سے

تہام لینا ذرا کلیجہ کو
دیکہو وہ میری تربت آتی ہے

مرتے دم بہی یہی رہا افسوس
کس سے اوٹہین گے ناز قاتل کے

نہ چہیڑو تذکرہ نواب کا کہا ورنہ باتین ہین
عبث تم پوچہتے ہو حال اوس درد کے مارے کا

کوستے کیون ہو کہڑے آج مجہے مقتل مین
ذبح کرلے تمکو نہین کیا کوئی خنجر پیدا

یہان پہونچی ہے یہہ حالت کہ نسخے چاک ہو ہر
وہان پرچہ گذرتا ہے طبیعت کی بحالی کا

نئی ادا ہے کہ جب غیر سے ہو صحبت عیش
مین دور رہون تو بلاؤ مجہے پکار کے پاس

آج آئیگی وہ عیادت کو
موت سے کہدو کوئی گہر مین نہین

دیکہہ تو کہتا ہون اے واعظ نادان کیا کچہہ
تو ہو کر میری جگہہ اور سر منبر مین بہولتا

اثر فلک سے اوتر آ ذرا خدا کے لئے
کہ اوس نے ہاتہہ اوٹہاے ہین دعا کیلئے

وہ خود گردش مین ہے با تو نسے میری
عبث ہم نے فلک سے التجا کی

الواو

واحد شیخ عبد الواحد از سکنائے شاہجہان آباد از تلامذہ حکیم آغا جان عیش بودہ است او راست ؎

بیتاب ہو کے شوق مین سب راز کہدیا — واحد ستم کیا یہہ دل بیقرار نے

واقف واقف شاہ از فقرائے غازی پور معاصر سودا بود در لکھنو وفات یافت سخن دلاویز میگفت ؎

صبح پر وصل یار کی ٹھہری — ہائے پہر انتظار کی ٹھہری

وحشت میر غلام علی خان ابن میر فرحت اللہ خان داماد مولوی رشید الدین خان دہلوی نشاو مراد آبادی موطن از مومن دہلوی باستفادہ پرداخت طبع نیکو داشت او راست ؎

ہو نجاتا ہو کہین کوچہ جانان کے سوا — ایسے دیوانہ کو کچہہ حاجت زنجیر نہین
کیون نہ باطل سمجہون اقرار وفا — سحر ٹپکے ہے تری گفتار سے

وزیر خواجہ محمد وزیر ولد خواجہ محمد فقیر از گرامی سخنوران لکھنو بود و شیخ ناسخ مصلح گفتار او گفتار شیرین او شکر در کام جان می شکنند دیوانے دارد از وست

چہپگیا دوستی کے پردہ مین — دشمن جان نچ کیا حجاب کیا
ہے آرزوے قتل اجی دم ندو مجہے — چہوٹا ہے پنجہ تو لگا تو بڑہا کے ہاتہہ
آنکہین کہلی ہوئی ہین عجب خواب ناز ہے — فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے

ہائے ہوز

ہدایت ہدایت اللہ خان دہلوی اکتساب ظاہر و باطن از خواجہ میر درد کردہ در ۱۲۱۵ھ وفات یافت و دیوانے بیادگذاشت ؎

ناتوانی کا بھی احسان ہے مری گردن پر
کہ ترے پاؤن سے سر مجھکو اوٹھانے نہ دیا

کٹتی ہے نہیں یہہ ہجر کی شب
یارب کیا آج سو گئی صبح

ہوس نواب مرزا محمد تقی خان ابن نواب مرزا علی خان فیض آبادی الاصل لکھنوی مسکن سخن بمشورہ مصحفی میگفت دیوانے و مثنوی لیلی و مجنون از و بیادگار باقی ماندہ

تڑپا نہ ترا صید ترے تیر کو کھا کر
اس ڈر سے کہ پہلو سے نہ پیکان نکل جاے

ہوس جب ذکر آجاتا ہی اوسکا
زبان ہوتی نہیں دو دو پہر بند

الیا

یاد علی نام خاموش تخلص ابن مولوی مراد علی از سادات عظام سہسوان است ترجمہ اش در حرف خا معجمہ برعایت تخلص نوشتن می بایست اما گفتار او وقتے شنیدم کہ تذکرہ تا اینجا رسید ناگزیر در ینجا ثبت افتاد ہمہ عمر خویش در چاکری سرکار انگریزی بسر برد و از غایت تدین قدم بغیر راہ امانت نیفشرد بتصوف مناسبتے خاص بہم رساندہ امروز در مراد آباد بہ کدامی خدمت معقول میگذراند این بیت از وے بسمع افتاد ادراست ؎

فقیر و غنی ہین گو لیکن کسی در پر نہین جاتے
توکل کا ہے تکیہ آشنا ہین اپنے بستر کے

یاس حافظ حفیظ الدین دہلوی ؎

بادہ خواری نہ چھوڑ تو اے یاس
یہہ بھی اک مشغلہ ہے یارون کا

یاس حکیم نصیر الدین باشندہ دہلی از مومن و ذوق تلمذ داشت ؎

کاش بین پردہ کا شکوہ ہی نکرتا اونسے
بے حجابی نے کیا اور بہی بیتاب مجھے

دم تولے تیغ تلے اے تپش دل تھم جا
دیکھہ قاتل کا مرے دہیان بٹا جاتا ہے

یقین انعام اللہ خان خلف اظہر الدین خان از احفاد مجدد الف ثانی سرہندی موطن و دہلوی مولد بر تہمت زنا از دست والد خویش بقتل رسید و ذائقۂ شربت شہادت چشید گفتار پر درد میگوید از خیالات اوست ؎

تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوا ٹہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پریزاد کہیں

جور و جفا مین یا بہت ہوگیا دلیر
کرتے توکی یہ راس نہ آئی وفا ہمین

جو کچہہ کہین یہہ تجھکو یقین ہے سزا تری
بندہ جو تو بتون کا ہوا کیا خدا نہ تہا

تمام شد

عذر از طرف مہتمم مطبع

مخفی مباد کہ این کلام بلاغت نظام در مطبع مفید عام بعد ختم کتاب بزم سخن رسیدہ بود لہذا حسب الحکم جناب ابو النصر سید علی حسن خان صاحب بہادر دام اقبالہ بطور ضمیمہ زینت افزائی خاتمۂ کتاب گردید کہ ہو الاول ہو الآخر و نیز التتمۂ لذیذ بعد از طعام مشہور خاص و عام است و ہو ہذا

ہنر بر تخلص جنرل فریدون قدر میرزا محمد ہنر بر علی بہادر فرزند واجد علیشاہ بادشاہ اودہ نزیل دار الامارۂ کلکتہ محلہ مٹیا برج در عہد سلطنت امجد علیشاہ بادشاہ و زمان ولیعہدی واجد علیشاہ بادشاہ در ۱۲۶۱ھ بوجود آمد جوان اختر تاریخ ولادت اوست در ۱۲۶۵ھ بعد پدر نامور خویش بمنصب جلیلہ جرنیلی ترقی

فرمود او در سنہ ۱۲۶۱ ہجری با کہین دختر نواب مدار الدولہ منتظم الملک سید علی نقی خان بہادر
وزیر لکھنؤ کتخدا شد اصلاح سخن از پدر عالیقدر خود میگرفت امروز در کلکتہ بہ پنجہزار روپیہ
ماہانہ زیر سایۂ رافت پدری بسر می برد درین نزدیکی دو نسخۂ دیوان خویش یکے بنام
جناب نواب عظمت مآب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیسہ عالیہ بھوپال دام اقبالہا و دیگرے
بحضرت والد ماجد این خاکسار فرستاد و حال اینکہ تذکرہ گرد آوردۂ خاکسار بمقام آگرہ
زیر طبع بعضے از اہل مطابع ست چہ عجب کہ بتمامی رسیدہ باشد ارتجالاً چند اشعار آن
ہزبر کنام سخنوری از دیوان فصاحت بیان انتخاب زدہ بمطبع روان میدارم انشاء اللہ
تعالے در تذکرہ مذکورہ بہ محل خویش جا خواہد یافت ورنہ ضمیمۂ تذکرہ خواہد شد ۵

بیخودی نے اچھی صورت سے دیا مجھکو فریب
صاف مجھکو اپنے اوپر اونکا دہوکا ہوگیا

دل دیکے پھیرنیکا ارادہ جو ہے ہزبہ
یہہ امر آپ سمجھے ہین کیا اختیار کا

نخچیر کو بوسے عنایت ہون یہہ قسمت اوسکی
گالیان ملتی ہین مجھکو یہہ مقدر میرا

اک دل ہے ہمارا کہ تم ایسونکا ہے بندہ
اک دل ہے تمہارا کہ کسیکا نہین ہوتا

یہہ کیا مجال کہ جھٹلائین آپ سچے ہین
خفا نہو جیے اچھا قصور ہم سے ہوا

دیکھا نازان جو کسیکو ترے وعدے پہ کہین
مین نے کھایا تھا جو دہوکا وہ مجھی یاد آیا

کہتے ہین مرکے بھی یہہ شخص یہان سے نہ گیا
دیکھتے ہین پس مرگ یار جو مدفن میرا

آفت مین یہان شمع کی تھی شام وصل سے
مین نے بجھائی اوس نے جلائی تمام رات

ہاتھ رکھکر مرے سینہ پہ یہہ بولے شب وصل
دیکھین کسطرح پہ پھڑکتا ہے جگر آج کی رات

درد دل سنکے مرا کہتے ہو مطلب کیا ہے
یون تو نا فہم نہ بنجاؤ سخندان ہوکر

تو بھی اے بیخود فریفتہ ہو جا
عشق مین ہے عجب مزا او عزیز

نزع کے وقت جو آجائے مسیحا تو کہون
یون نہین بیمار محبت کی خبر رکھتے ہین

بولے یون سنکے وہ یوسف کو حسین
کیا خبر ہونگے سنا کرتے ہین

نکلا مین جا کے خاک وڑاتا ہوا سوے نجد
جس جس طرح سے چاہین کرین پیار تمکو ہم
جہان تک کہ دروازے سے کوئی نہ حسین دیکھے
نہین معلوم ہے ملک عدم کو بد دعا کسکی
فغان مجنون کی سن سنکر دعا کرتی ہے یہ لیلی
ڈہونڈنے والے تمہارے نہین پاتے ہین کہان
اک تم ہو ہمین تیر لگا کے بھی نہ پوچھا
جان لیتے تھے لے چکے صاحب
جو کوئی جیسا کرے ویسا ہی ملتا ہے اوسے
اپنے دامن کی ہوا دیکر وہ کہتے ہین ہر بر
دل لیکے چین دوگے یہ ہمکو نہین امید
وہ پوچھتے ہین لیکے مرے گہر کا جایزہ
ملین ہم یا نہ دلبر سے ملین اپنی طبیعت سے

مجنون نے دی صدا کہ برادر کہان کہان
اتنا شب وصال مین آج اختیار دو
اک لگا رہتا ہے مسند کے برابر آئینہ
ہزارون بستیان بستی ہین پر ویرانہ رہتا ہے
بس اب کم یا الہی قیس کا درد جگر کردے
تم جہان ملتے ہو وہ کونسی جا ہوتی ہے
اک ہم ہین جدا ہم سے پیکان نہین کرتے
جا بیٹے اب یہان دہرا کیا ہے
دل نے مجھکو دکھہ دیا دلکو ستایا آپ نے
غش ہے جو انکو ہوش نہین ہو خدا کیواسطے
دم بھر مین پھر کہوگے کلیجہ نکال دے
مسند لگی ہے کسکی یہ کسکا پلنگ ہے
بتا تو ناصحا تو کون تیرا کیا اجارا ہے

تقریظ دلپذیر معجز ازہ نتیجۂ طبع رسا و ذہن آسمان پیما منشی جمیل احمد صاحب سوختہ

جمیل نوا ور صفت خدا کی خدا خدا کر خدا خدا کر + ترا منہہ اور مدحت پیمبر ذرا تو مرد خدا حیا کر + بہار دلکش ہے فصل گل ہے + شگفتگی پر ہے باغ مضمون + نئی کہلاتی ہے گل طبیعت + نسیم کیسے چل رہی ہے + شمیم کرتی ہے تر دماغی + چہکتے ہین ہر زبان کی بلبل + نیا ترانہ ہے ہر سخن کا + غضب ہے ایسے مین ہو تغافل + ستم ہے اب بھی جو ہو تامل + نصیب جاگا ہوا نہ سوجا + عدو کا چیتا کہین نہو جا + دکہا دے اہل بہار ایسی + کہ ایک عالم ہو محو جلوہ + زبانین تحسین پکار اوٹھین + دلون کو

ہو شور آفرین کا ٭ ہر اک کہے واہ واہ تمنے ٭ نیا کیا ہے یہہ ڈہنگ پیدا ٭ نہ کانون
سے لطف یہہ سنا ہے ٭ نہ دیکہا آنکہون سے ایسا عالم ٭ خدا کی تعریف اور ایسی ٭
خدا کی قدرت خدا کی قدرت ٭ کچہہ ایسی ہو مدحت پیمبر ٭ کہ داد دینے کو آسمانسے ٭
فرشتے اوترین زمین کے اوپر ٭ جہان مین صل علے کا غل ہو ٭ سناد وہ چلبلے
مضامین کہ جسکا عالم مین بیٹہے سکہ ٭ کہے ہر اک جوش خرمی مین ٭ ترا بیان سحر
سامری ہے ٭ تری زبان ہے فسون بابل ٭ کہانتلک جوشش طبیعت ٭ کچہہ
انتہا بہی ہے اس بیان کی ٭ غرض ہے جس مدعا سے تمکو ٭ بہری ہے جو آرزو
کہو لین ٭ اوٹہاؤ خامہ لکہو اب آگے ٭ اگر ہے کچہہ شوق مدح گوئی ٭ تو سمجہین ہم
تمکو مرد میدان ٭ پڑہو جو آقا کی مدح مین کچہہ ٭ سناؤ کچہہ بولتے مضامین ٭ دکہاؤ
یان رنگ شاعری کا ٭ خدا کے بندے خدا سے ڈر کر ٭ کبہی تو حق نمک ادا کر ٭
ترا وہ آقا جہان کا مولا ٭ مطیع خالق مطاع عالم ٭ بہار شوکت ریاض حشمت نسیم دولت
شمیم صولت ٭ خدیو اقلیم کامرانی ٭ سپہر اقبال جاودانی رئیس دوران امیر عالم ٭
حضور نواب عدل گستر ٭ ہے جس سے آرایش شریعت ٭ وہی تو ہے رونق طریقت ٭
وہ بزم آرا ے اتقا ہے ٭ وہ شمع افروز اعتلا ہے ٭ کہون مین جو کچہہ ہے اوسے ٭
پہبتی کہ حامی دین احمدی ہے ٭ سخن نے پائی اوسی سے عزت ٭ اوسی سے
ہے نام شاعری کا ٭ وہ نظم اور نثر مین ہے یکتا ٭ فروغ دونون کو ہے اوسی سے ٭
بہلا جو ہو آپ ایسا قابل ٭ نکیون ہون فرزند اوسکے لایق ٭ مثل یہہ مشہور ہے کہ
جہا نمین پہلے شجر کا بہلا ثمر ہو ٭ خدا نے نور الحسن کو ایسا ٭ کیا ہے عقل و خرد مجسم ٭
نظیر جسکا نہین جہانمین ٭ وہ جوہر فرد واقعی ہے ٭ تمہین خدا کی قسم کہو تو ٭ یہہ کبہی
ہو تم بہی جہانمین برسون ٭ بہت سے چکر لگا چکے ہو ٭ جہانکی ہے خاک تم نے
چہانی ٭ کہین کسیکو بہی ایسا پایا ٭ یہہ علم و فن اور یہہ سعادت ٭ یہہ تہوڑی سی عمر اور

بہہ تقویٰ ہے ❖ علی حسن خان کی مدح کیا ہو ❖ نہین طاقت مری زبان مین ❖ وہ فکر
عالی وہ قابلیت جیسی نہین تمیہ سب عیان ہے ❖ یہہ عمر یہہ کم سنی کا عالم ❖ اور
اوسپہ یہہ شوق علم و فن کا ❖ ہر ایک فن مین کمال حاصل ❖ ہر اک ہنر سے ہی واقفیت
جو نثر مین بے نظیر دیکھا ❖ تو نظم مین لاجواب پایا ❖ قلم اوٹھایا جو فارسی مین تو وہ لکھے
چیدہ چیدہ مضمون ❖ کہ نقش سلمان ساوجی کا ❖ مٹا یا لوح جہان سے یکسر ❖ جو
ریختہ پر طبیعت آئی ❖ تو وہ کھلائے گل معانی ❖ کہ روح سودا و میر نے بھی ❖ صدائے
احسنت و مرحبا دی ❖ لکھا ہے یہہ تذکرہ اب ایسا ❖ صفت مین جسکی زبان ہے الکن ❖
نہا مین جسکی بیان ہے قاصر ❖ کیا ہے وہ انتخاب نادر ❖ سنا نہ ایسا کہین نہ دیکھا
مین کیا ہون اور کیا ہے فکر میری ❖ جو کچھ ادا ہو وے مدح اوسکی ❖ یہی ہے
بہتر کہ چپکے ہو رہون مین ❖ ادب ہے مانع دم نگارش ❖ اوٹھا کے ہاتھون کو سوے
خالق ❖ دعا یہہ کرتا ہون جوش دل سے ❖ الٰہی تا ہون فلک پہ انجم ❖ زمین کی
ہر دم سے تا ہو زینت ❖ چمن مین جب تک ہو گل کی خوشبو ❖ یہہ جب تلک ہو گل و غنچہ
جوبن ❖ علی حسن خان بجاہ و تمکین ریاض عالم کی آبرو ہو ❖ ہمیشہ پھولا پھلا رہے
وہ کبھی نہ غم سے بال بیکا ❖ خوشی کا عالم ہوا ور وہ ہو حیات خضر و مسیح پائے ❖

قطعہ تاریخ تالیف کتاب

ہے سزاوار ثنا طبع سلیم نامور ❖ ریختہ مین تذکرہ کیا خوب برجستہ لکھا
بے تکلف بیٹھے بھی تاریخ مین اوسکی جمیل ❖ جانفزا اشعار و دل آویز گلدستہ لکھا
۱۲۹ھ

قطعہ تاریخ از فکر آسمان مخاطب بافتخار الشعرا خان صاحب محمد رضا متخلص شمیم سلمہ اللہ القدیر

سرو برگ رونق علم و فن ہنر آب رنگ علی حسن ❖ کہ ہزار زمزمہ سنج نہ کیا رقم خیال او

رقم جریدهٔ آرزو سر سطح لوح زمانه زد — بنشان تذکره می برد دل خلق سحر حلال او
بند ار بزم سخن سبز و خط و خال چهره آبرو — دل ماست فتنهٔ شوخی بهوس آفرین جمال او
نفس عقیدت کاملان ز شنید زمزمه سر کنند — اگر از سفینهٔ منتخب بدر آورید سال او
۱۲۹۷ھ

تاریخ تالیف از دبیر نازک خیال منشی سوہن لال صاحب منشی آستانهٔ ریاست عالیه دام اقبالها

چند آیا تذکرهٔ بزم سخن — که جز از هیچ نه بشنود انا
مصرع سال سوہن لال است — شمع بزم سخن مولانا
۱۲۹۷ھ

تاریخ طبع از منشی جلیل احمد سہسوانی

تذکرہ ہی سلیم کا بیمثل — اور بہتری لاجواب ہے تاریخ
زیر دبینه مین کہدے جلیل — بے بدل انتخاب ہی تاریخ
۱۲۹۷ھ

ولہ

چون بزم سخن بصد تجلی — گردید فروغ شمع این
بنوشت جلیل سال طبعش — تالیف سلیم طبع روشن
۱۲۹۸ھ

تاریخ تالیف از فکر عالی برادرم ممتاز الدوله امیر علی خان بہادر متخلص ممتاز

ختم شد انتخاب اہل سخن — للہ الحمد حسب خواہش جان
فکر تاریخ گر بود ممتاز — خوان ستوده کلام نکته وران
۱۲۹۷ھ

قطعهٔ تاریخ طبع از معدن شیوه بیانی منشی صابر حسین صاحب صبا سہسوانی سلمه متوسل یا بہول

چون گوہر انتخاب اشعار ٭ خوش کلک سلیم نکتہ دان سفت
این گلشن گل فشان معنی ٭ با رنگ بہار تازہ بشگفت
تاریخ صبا بسال طبعش ٭ بزم سخن ست دیدنی گفت
۱۲۹۸ھ

وله

بست بزم سخن ز کلک سلیم ٭ طرفہ روشن گر بیان فصیح
گفت تاریخ انطباع صبا ٭ دست آویز شاعران فصیح
۱۲۹۸ھ

قطعہ تاریخ از طبع منشی عبد العزیز عزیز تلمیذ افتخار الشعرا

حبذا خامۂ جادو رقم میر سلیم ٭ کیا ہی یہہ تذکرہ اردو کا لکھا نادر خوب
اسکی ہر سطر ہے از طرۂ حور فردوس ٭ اسکا ہر فقرہ ہے از قامت ابن یعقوب
نظم وہ نظم کہ جس نظم پہ پروین قربان ٭ نثر وہ نثر کہ جس نثر سے نثری محجوب
نام اس تذکرہ کا بزم سخن ہی جو عزیز ٭ سال تاریخ لکھی تینے بھی بزم مرغوب
۱۲۹۷ھ

قطعہ تاریخ بزم سخن از طبع منشی یاور علی صاحب یاور ساکن بریلی

جمع ہوکر بنا یہہ بزم سخن ٭ چمن دلفریب و تازہ بہار
بلبل طبع نے کہا یاور ٭ ہے مگر گلشن گل اشعار
۱۲۹۷ھ

تقریظ طوکلیم بزم سخن از نتیجہ طبع عالی مولوی محمد احسن اللہ خان صاحب متخلص بہ ثاقب

رباعی

ای سوی تو محتاج چه شاه و چه گدا / انعام تو شامل همه اسفل و اعلی
از صدق ارادت بدرت ناصیه فرسا / لهراسپ و هوشنگ و کی و سنجر و دارا

زهی ایزد توانا فرازندهٔ رایت خسروان فروزندهٔ گوهر گدایان بخشایندهٔ سیه‌کاران و تردامنان تا نا نا یزدان که تا جهان آفرید و جهانیان را بهستی کشید از خشوران فرپاک بگذاشت تا فرودیان پیرایه پوینه و از سرشته کار پیغمبر بانده بکیفر کردار نکروله آینده بیش ازین چه باشد که در پسین دمان سروران سرور پیغمبران پیغمبر و خشوری فرستاد درخشان گوهر گرزن یزدانی نهال نورستهٔ حدیقهٔ رحمانی ٭ رباعی

احمد سر سروران عالم آمد ٭ / ورز هر چه بگویند مکرم آمد ٭
کے ثانی او بمنکران ننماید ٭ / از نور خدا چو ذات اکرم آمد ٭

چون ایزدی نور تابره برین شیدریزان فروغ تابیدن گرفت خواست تا همیشه و ملل آئین حبیب خود را سترگی بخشد که تا فرو شدن آفتاب روز این هفت طاق بلند درخشنده باشد و هر روزنه آب و رنگی دگر بر روی کار آید هر یکی را از چار مهرورزان آن تمنای دیرینهٔ ایزدی بخلافت برگزید و اندرین فرجام گردش همچو فرستاده تا پیشین ایشان را والائی بخشید ٭ رباعی

چون دین نبی که تاج ادیان آمد / بوبکر گهر بحر عرفان آمد
و انگه عمر آن شیر نیستان آمد / عثمان و علی چو مه تابان آمد

برین همه سرافرازان فرگاه ایزد دادار ارمغان درود و سلام فراوان باد سپس نازش خامه و بالیدگی نامه از انجاست که ثاقب تخلص دهلی موطن پهلوی سرا و اگر راست گویم شوریده سر آشفته نوا ستایش صحیفهٔ سپهر که صفحه اش رشک ده عارض حوریست و درخشش سطورش رونق فروغ طور بما تا گوهرآمای این هردو نامه که اولین ازان تسکین قلب سلیم تذکرهٔ طور کلیم و دومین عبرت چمن بزم سخن باشد

نیرین تابنده انداز اوج سروری و قمرین رخشنده انداز سپهر سخنوری اعنی والا
دودمان فرخ گهر مهرورز وفا پیوند ریخ گسل سخن آرا معانی پیرا جناب ابوالخیر سید
نور الحسن خانصاحب کلیم و سخنور ژرف نظر همه تن مهر سراپا وفا بهنگام آرزش سنجی
معجز نما جناب ابوالنصر سید علی حسن خانصاحب سلیم سرمایهٔ زندگانی نواب همایون
امیر الملک والاجاه جناب سید محمد صدیق حسن خان صاحب بهادر امیر کبیر ریاست
بهوپال آبروده این هر دو گلستان سخنوری هستند و حیات بخش قالب تهی ساختگان
معنی گستری اگرچه از ادب دور است نادیده باوصاف ایشان سخن سرا آمدن
و بآفرین سرائی زبان گشودن اما نخستین ذوق سنجی این هر دو کارنامهٔ سخن
رخصتم نداد که بشاهراه ستایشش گوهر آمایش نپویم دوین ارشاد سخنور معنی
سنج مهین مهرورز مولوی احمد خانصاحب صوفی صاحب مطبع مفید عام آگره
نگذاشت که دست از شیلان سخن در کشم و هرزه آبروے خود در بزم سخنوران
ژرف نگاه را آگهی باد که گفتار مرا اندرین ستایش از غلو تبلیغ و اغراق شنیدانند
بلکه حق نیوشی و حق گفتنی را آرزومند آیند زہے تذکره که تا پایان پذیرفت عیسی را
افسردگی روداد که دم عیسویش سرد شد و پدیدار است که مسیح دو کس را زنده ساخت
باشد و آنهم نه زندهٔ جاوید و این گزین نامه ها از پاکیزگی گوهر و اعجاز کلام
خود بسا فرزانگان دهر را جان تازه بخشیده انداز حیات جاودانی و خیے تذکره
که تا بانجام گرائید چه از میر و سودا بلکه بسیاری ریخته آرایان را که بر وسادهٔ خاک
آرمیده بودند و بخواب جاوید غنوابیده زندهٔ پاینده کرد که روان بے قالب
آنها نقشے سرزد و بدین زمزمه آشنا شد که چنانکه ناتیره بختان را سیاه داغ ننگ
گیتی روشناس ساخت پیراستگان این شغل را هم بار زندگانی ارزانی ؛

غزل

بازرونق یافت بازار سخن ✽ گرم شد دکان دیدار سخن
از کلیم نکته دان شد استوار ✽ کهنه و در رفته دیوار سخن
وز سلیم شاعر روشن گهر ✽ باز شد شاداب گلزار سخن
تا قبا آمد در و از هر روش ✽ مرد میدان و طلبگار سخن

یارب تا طور را از کلیم جلوه دهند و بزم سخن را از سخنوران بر سر آیند این طور کلیم و بزم سخن گفت جگر و جگر گوشه سخنوران باد ✽

قصیدهٔ تهنیت از دواج مذکور از جامع فضل و ادب شیخ محمد بن شیخ حسین عرب نزیل بهوپال سلمه الله تعالی

بسم الله الرحمن الرحیم

بدا بدر المسرة والتهاني ✽ فأشرق شمس دائرة المعاني
وننعم بالسرور لنا سعود ✽ فأهلا بالسرور وبالتهاني
ولاح البشر في الأقطار يزهو ✽ فأضحى ضاحكا وجه الزمان
مراكز انسنا فاقت وراقت ✽ برنات المزاهر والمثاني
فدارت حولنا للانس راح ✽ لها عبق بروح كل عاني
طفقنا نصرف الصهباء صرفا ✽ على رجع الجآذر بالاغاني
طربنا اذ ثملنا من حبور ✽ ومن ترجيع الحان القيان
من الغيد الكواعب في نعيم ✽ كحور العين في صور حسان
اذا اسفرت ارتك شقيق بدر ✽ وهيهات البدور لها تداني
وان نطقت ارتك عقود در ✽ مباسمها ثغور الاقحوان
وان رمقت بمقلتها لبيبا ✽ عفيفا صار مسلوب الجنان
فصادت قلبي المضني بلحظ ✽ كسيف باتر مثل السنان

وماست بالقدود وقد تثنت ... كخوط البان او اسل لدان
وليل الشعر جلته بصبح ... كبدر التم في اعلا مكان
فلام العاذلون على هواها ... لشدة ما راوا مما عاني
وقالوا ويك هل لك في مديح ... مديح الندب نادرة الاوان
صديق المكرمات ابو علي ... رفيع القدر ذو المال المهان
زكي فاطمي هاشمي ... وحبر في البيان وفي المعاني
هنيئا يا ابا النورين ربي ... اناك ما تروم من الاماني
ايا رب الفضائل والمعالي ... ويا بحر المعاني والبيان
ليهنك طالع التزويج فيه ... بدا بدر المسرة والتهاني
زواج بارك الرحمن فيه ... واسعد بالوفاق مدى الزمان
هنيئا فاح نشر المسك منهم ... فطابت منه اركان المغاني
امان الله يحفظكم جميعا ... ويحرسكم من الاعدا اللعان
وسبيل ستره ظلا ظليلا ... ويبقى دولة الشاهجهاني
ويظفرها على الاعداء طرا ... بحول الله من قاص ودان
ويكلؤها ويدرا حاسديها ... بعون الله والسبع المثاني
مليكتنا ابيت اللعن يا من ... على كسرى علوت انوشروان
نظمت لكم من الموفور بحرا ... كعقد الدر في جيد الزمان
وما التشبيب من شيمي ولكن ... هواك الى مديحك قد دعاني
اذا امدح الملوك فانت فخري ... فمدحي فيكما اقصى الاماني
وقدحي عندك القدح المعلى ... رقيت بمدحكم اعلى مكان
وحزت بمدحكم شرفا عظيما ... فكنوني ابا الشرف اليماني

وصلی الله ربی کل حین — وسلم ما انار الفرقدان
علی المختار مع آل و صحب — و تابعهم الی یوم التدانی

نتیجهٔ طبع آسمان سیر افتخار الشعرا حافظ خان محمد خان متخلص به شهیر سلّمه الله تعالیٰ در تقریب طوی فرزندان حضرت نواب صاحب بهادر دام اقباله

بسامان می سراید مطرب جان بی سخن سهرا — مبارک بر علی ابنِ حسن نور الحسن سهرا
بسر بر ده است با صد عالم گل می توان گفتن — وفاپرور در آغوشِ تمنائے چمن سهرا
بسے خروار گوهر خیزین گل رفت در کارش — بتارے صد چمن دارد ولیکن صد عدن سهرا
هوس میکرد هر چیزیکه دل امروز حاصل شد — نشاطِ تازه باشد ز صهبائے کهن سهرا
بهر اختر نشان سلکے که از دُر و گهر باشد — نماید کهکشانِ آسمانِ انجمن سهرا
بتقریبے رسیدن تا برخ میخواست دانستم — ببین سرمایهٔ انواع طرزِ مکر و فن سهرا
بهر تارِ زر اندودش بود در چشم سنّی بین — شعاعِ نیرِ اقبال صدیق الحسن سهرا
بهارِ روزگارِ اعتبار خود بود و شادی — شکوهِ روز بازارِ متاع خویشتن سهرا
نیاز آویختن جا در کنارِ آرزو کردن — مگر باشد سبب گوهر بدن گل پیرهن سهرا
بزور افگنده کوهِ فرقتِ شیرین کلامان را — بود همبازوئے اقبال سعی کوهکن سهرا
گلستانِ جمال امروز صرفِ دست و دامانش — نگارِ گل ربا یا بهار یاسمن سهرا
جوابِ مهر و ماهِ روے خوب نیکوان دارد — نشانمندِ عروجِ شان پروین و پرن سهرا
سلامت با طرب فرخندگی با عیش میگوید — ضمانِ حال من شادی کفیل کار من سهرا
متاعِ کاروان در کاروان بر جیب و دامانش — دراز دریا بهار از باغ نکهت از ختن سهرا

نگر بے اختیار از شام غربت این سفر بنود / کشد نقد صفا از کیسۂ صبح وطن سہرا

گواہ مایہ دار بہارے گلہ از خیال آید / گل رنگین بہار اوج دستار سخن سہرا

شہ سیر بزم دعوت بستگان دست دعا بکشا / مبارکباد اے پروردگار یار و من سہرا

نتیجۂ طبع فلک پیما خلاصۂ خاندان جناب مرتضے مولوی سید حکیم حافظ اعظم حسین صاحب سندیلوی نزیل بھوپال سلمہ اللہ تعالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیا تا مجلس بالا نشینان جہان بینی / کہ در روے مز فریدون ہمہ ابائین کفشان بینی

بساط بوستکاری کش بہاران در چمن بافد / بہم بر چیدہ زانسانچون صحیفہ بر کران بینی

نگر در آن بنفل چون کودکے ناگاہ گم گردی / بیا تا بیخبر محو تماشا اندران بینی

زبس بر شکہ از پاشیدن عطر و گلاب آنجا / زمین نمناک دریاے ہوا عنبر فشان بینی

شگرف شاہزادان جمع ہمایون ہمنشین بینی / کہ در جنت بساط افگندہ زیر سائبان بینی

حریفان سرخوش آن بادہاے ناب پنداری / کہ سر پر وبیز جان ہا از ساقی ارمغان بینی

ز چینی ہاے الوانی کہ بر دیوار و در بستند / سہیل و زہرہ و شمس و قمر پرتو فشان بینی

نثار اتسہ درون انجمن کردند کز بیرون / گدایان جملہ مروارید چین بر آستان بینی

عنان اندر عنان بین صاحب چاؤش گر خواہی / کہ طاؤسان زرین بال در جنت روان بینی

معطر اسپ خنان پوشاک تن کہ چین وا ہنما / صبا بکشاد مشکین نافہا بر این و آن بینی

جہان ذوق نظر وری کہ در روے جلوہ گر یکجا / دو خورشید سپہر برتری چون فرقدان بینی

بآئینے بزم طوطی خود بستہ ہم پہلو / کہ از جوزا تماشا گر نگاہ روشنان بینی

دو گل بشگفتہ از شاخ نہالی در نظر آری / دو شمع از یک چراغی گشتہ روشن درمیان بینی

یکے نورالحسن خان گرامی پا بہ بشناسی
ز جوش مہر نتوانی کز افشاندن نگہداری
عبیر افشان بہ شیشے ہا ز ان عطر پیراہن
رطوبتہا خود اینک از ہوا بارد عجب نبود
بہار از برگ برگ لالہ و نسرین کہ خندانند
بہم حوران جنت از پے گلدستہ بندیہا
بود فرخ چو جمع زہرہ با برجیس در طالع
بانداز یکہ می در جام از مینا فرو ریزد
بتقریب چنین عشرت کز ان سرمست پاکوبی
بصد خوگرمی مہمان بصد دمسازی پیدا
ببخششہا عیان گنجینہ اش پرداختن دیدی
گروہ دایہ خواہان را کہ انسو باز پس گردند
نہ از ہنگامہ باشد سرگران گر بہر انعامی
نہ بر آوردن ابرام زان جمعی ستوہ آید
ازین پس خوشہ چینان را بکف خرمن فشان یابی
بہ پیراہن نمی گنجند خدامش کہ ہر یک را
قبا ہا کیقبادی جملہ خاصان را ببر یابی
برسم دعوت جمہور خوان گسترد در ایوان
جہان بنشستہ مہمان واگر حلقے ہر گر آید (?)
روان مضراب بر ساز مبارکباد خوانا نرا
ثنا سے خواجہ در ضمن مبارکباد جا دارد

دگر فرزانہ فرخ علی کامران بینی
دران حالت اگر با خویش گنج شایگان بینی
بہاران در نظر دیدہ را بر رنگ و نشان بینی (?)
کہ زہر خشک مغز از عطسہ بینی سرگران بینی
طراز انگیز باغ کاغذین در بوستان بینی
یکے گلچین و دیگر را ز گلبن گلفشان بینی
در انجم سر بسر پیدا گر اشکال قران بینی
نزول فرشیہا بر زمین از آسمان بینی
کلاہ انداز بر رک و ہوا پیر و جوان بینی
امیر الملک را گرم نوازش بر جہان بینی
سپیش بکشادن قفل از در گنج نہان بینی
بدامنہا متاع خاصہ دریا و کان بینی
بصد غوغا ہجوم آوردہ بہمان و فلان بینی
کہ زود در خواہش اعطا فضولی درمیان بینی
ازین پس گلستانہا را از ان باغبان بینی
بدارا ہم قبا یابی بہم ہم طیلسان بینی
کمر ہا حملہ بہرامی سپہ را بر میان بینی
بہ پہنائے کہ وسع ہفت کشور را ضمن بینی (?)
ہنوزش جائے خالی بر اطراف خوان بینی
کہ ناخن بر جگر زن از نوائے خون چکان بینی (?)
بدین آہنگ زین لبدم عطارد ہمزبان بینی

گرامی خواجهٔ والاجاه کز یمن یمین او — بجا تا نقش تو تیغ سلیمانی عیان بینی
ز نشانمند هنر دونی که گر لشکر پروان دارد — نخست از دو ره تر پیدا در نقش کاویان بینی
اگر موکب ماهی راند و صد زرین تماشاها — با ندا از جلوه ریزی عنان انده عنان بینی
نه هر صنعتی فروشد گر متاعی آرد و گر هم — بقیمت برده از دست حاصل بازارگان بینی
جمالش گرم کرد از جلوه بازاری که هر سو بنگری — هجومی از خریداران یوسف بردگان بینی
لطافتهای نغزش رشک ایمن تماشاها بندد — که پیدا در لباس یاسمین و ارغوان بینی
کشد در رشتهٔ تالیف گوهرها که چون نیسانی — پیمبر را ز لب باریده هنگام بیان بینی
به هر دل تشنگان علم دین را بر سر آبی — که اعجاز نبوت داده پیر نشان از زبان بینی
حقیقت آگهانه از دلنشین راز نهان آرد — چنان گر زوست الهامش تو حق خاطر نشان بینی
به هر گر عیش جم جابا بدین روز طرب روزی — مرا هم با افشان از نشاط بیکران بینی
سخن سنجان گر افشانند گوهر نشاط اینجا — مرا بهر نثار آورده مشت اختران بینی
سواد نظم رنگینم تماشا کن اگر خواهی — که گلها سر بسر بشگفته در باغ جنان بینی
دعا از ره اخلاص اینک بر زبان دارم — نه مضمونی که در هم بسته دستگران بینی
دعاگوی تو گوید بر اجابت زد که گاهی — که تیرش از کمان نگشاده ناوک بر نشان بینی
شب و روز و مه و انجم بکام خویشتن یابی — بگیتی تا طلوع آفتاب از خاوران بینی

قطعهٔ تهنیت از منشی کنج منوهر لال بهوپالی بخشی محکمهٔ نواب سلطان جهان بیگم صاحبه

عروس دولت جاوید در کنار آمد — بکام دل برسیدی دلا مبارک باد
بعقد نوشتهٔ جان بانوی طرب آمد — جهیز عشرت و راحت فزا مبارک باد
بساز و برگ نمایان رسید ساچق کام — حصول حاشیهٔ مدعا مبارک باد
فلک ز مهر ببندد بکام دل کابین — ز روزگار نوید وفا مبارک باد

نہالِ تہنیت طوطی گلفشانی کرد
بعندلیب تکلم نوا مبارکباد

فروغ ناصیۂ جاہ ہر دو آقا زاد
شدند آن نکو کہ خدا مبارکباد

بکارِ سہرہ در آمد ز روشنانِ سپہر
بہ بخت نیک سہیل و سہا مبارکباد

قبا ز تافتۂ شید نیک آمد راست
فروغ نیرِ بخت ذکا مبارکباد

سرو ز مزمۂ چشم روشنی ناہید
براستی کہ برد دل خوشا مبارکباد

زمین ز لعل و گہر آورد شکر ریزی
ز چرخ شمس و قمر رونما مبارکباد

ہمین نہ روی نما چرخ گرد سر گردد
درم نثار زمین زد ندا مبارکباد

ز چشم روشنی جشن این ہیوگانی
فگندہ جوش سنجاط چہا مبارکباد

شہا کہ بانوی اقبال با تو تن در داد
برِ تو جلوۂ او دائما مبارکباد

بران دلم کہ ز فرخندگی کشم گلبانگ
بران سرم کہ سرایم ترا مبارکباد

مرا بجاے پدر آمدی ز شہ بیتم
نگوہمیت ز طرب من چرا مبارکباد

مراد و نقشۂ رشیدت برادر آمدہ اند
ز جاے خیزم و سازم ادا مبارکباد

خجستہ باد بفرخندہ گوہرت این طوے
گرز و سجان و دلم عیشہا مبارکباد

ہلا کہ سعد بود اجتماعِ شمس و قمر
قرانِ این مہ و مہرت شہا مبارکباد

قرانِ مشتری و زہرہ بس بود نیکو
ہمین قران دو اختر لبا مبارکباد

بود ز چاشنیِ عیش کام جان شیرین
ثمر فشانیِ نخلِ دعا مبارکباد

نگارِ عشوہ فروشِ مسرت و شادی
بدلفریبی ناز و ادا مبارکباد

ادائے رسمِ حنا بندی مبارکباد
مبارک از قدر و ہم قضا مبارکباد

شکر شکن شدہ نطقم لبم شکر افشان
ز شادی کہ بخوانم کرا مبارکباد

سزد کہ نوش دہانت ز در بر آمایند
چہ خوب گفتہ نام خدا مبارکباد

کنون بزلفِ عروسِ دعا کشم شانہ
قبول شوے اجابت ورا مبارکباد

مدام تا که بود میل ختن با خاتون   به پہلوے تو عروس بقا مبارکباد
ہمان عروس به آقای زادگانم نیز   بفرخی رضاے خدا مبارکباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعات تاریخ جشن کتخدائی نورحدقۂ ابہت وکامگاری ونور حدیقہ حشمت
وبختیاری فروغ ناصیہ ذالاجاہی تجلی سیماے دولت پناہی گوہر درج بہروزی
اختر برج فیروزی چراغ کاشانہ جاہ وجلال شمع شبستان جود ونوال نقش نگین
ریاست وکیاست چشم وچراغ امارت وفراست رونق مسند سعادت وسیادت
زیب وسادۂ جلالت وجلادت میر ابوالخیر سید نورالحسن خان ومیر ابوالنصر سید
علی حسن خان لازالت شموس اقبالہما طالعۃ ریختۂ خامۂ جادونگار منشی محمد
صابر حسین صاحب سہسوانی سلمہ اللہ تعالے ٭

قطعۂ تاریخ فارسی

اے خوش نشاروز نکو کز اثر عیش وطرب   رخصت از دہر شدہ زشتی بخت طالع
غوش صبا گفت بتاریخ قران السعدین   جشن شادی دو فرزند سعید وصالح

قطعۂ دیگر

آمد نوید عشرت شادی ترانہ ریز   چون کتخدا شدند دو نوشہ بعز وجاہ
نورالحسن بہ عیش وبعشرت علی حسن   باشند شادکام بہر شام وہر پگاہ
گفتہ صبا بجشن دو تقریب میمنت   شد جلوۂ قران مہ وچہر ومہر وماہ ۱۲

غزل اردو تاریخ شادی

ہوئے نام خدا وہ کتخدا رشک چمن چاروں | کہ ہیں شمشاد و سرو و یاسمین و نسترن چاروں
گلستان بن گئی ہے گلزمین خانۂ شادی | بہار رنگ گل کہلاتے ہیں گلبدن چاروں
عروسوں سے ہے گھر روشن منور بزم نوشوں سے | یہ ہیں وہ دو وہ ہم دونوں فروغ انجمن چاروں
مزے نظاروں کے اب لوٹ لیں میٹھی نگاہوں سے | شکرلب نوش لب شیریں زبان شیریں دہن چاروں
رہے جبتک ہے رنگی دونوں عالم کی نشاط افزا | رہیں یکجان و یکدل یک زبان و یک سخن چاروں
ازل سے ساتھ لائے ہیں ابدتک ساتھ رکھینگے | حیا و شرم کا مہر و محبت کا چلن چاروں
رہے دن رات شادی عیش میں شام و سحر گذرے | رہیں محو طرب یارب بطفیل پنجتن چاروں
سرور و عشرت و عیش و طرب کی دیکھکر آمد | ہوئے رخصت ملال و کلفت و رنج و محن چاروں
یہی شادی ہے تو سیاد و گلچین بلبل و قمری | مبارکباد دے سر پر اوٹہا لینگے چمن چاروں
یہ شادی کا عالم شیخ سے یاد خدا چھوٹی | خوشی کا ہے یہ جلوہ سید ہوا برہمن چاروں
یہ وہ شادی ہے گردوں پر خوشی ہے رقص ہوتا ہے | قمر زہرہ عطارد مشتری ہیں چرخ زن چاروں
خوشی کی دہوپ چہان ہو گرم و سر عالم امکان | رہیں صبح و مسا خوشدل بفضل ذو المنن چاروں
ہجوم عیش دکھلائے ہمیشہ دہوم شادی کی | رہیں دلشاد یارب باپ ماں بہائی بہن چاروں
جواب سبط احمد و باقی جمیل احمد جلیل احمد | ق | مبارکباد دیتے ہیں عزیزان وطن چاروں

صبا میں بہی اوٹہاکر ہاتھ تاریخی دعا مانگوں
رہیں باہم صلاح و عیش سے دولہہ دولہن چاروں ۱۲

سہرہ از تصنیف سید جمیل احمد صاحب سہسوانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد لا طالع بیدار بنا کر سہرا | آج دو نوشوں کا ہے ایک تر سہرا
جو کوئی دیکھتا ہے صل علی کہتا ہے | قدرت اللہ کی ہے روئے نکو پر سہرا

ہے سوا چرخ سے دولہا تیرہ زمین کا رتبہ
بڑھ گیا کاہکشان سے بھی یہہ گزبھر سہرا

تار باندھا ہے نظر بازون کے نظارہ نے
بنگیا سہرہ پہ ایک اور مکرر سہرا

بڑھ گیئی نکہت گل سے بھی پسینے کی مہک
تیری خوشبو سے ہوا اور معطر سہرا

تو وہ ہے کان جواہر کہ بدولت تیری
اپنے دامن مین بھر سے رکھتا ہی گوہر سہرا

وہ نہین چرخ کو دیدین جو ستارے عوض
موتیون سے بھی نہ تولین گے برابر سہرا

ذکر کیا جلوۂ نوشاہ کے نظارہ کا
آنکہین کہلجاتین جو دیکہین مہ واختر سہرا

ہر لڑی موج ہے ہر پھول ہے دُرّ خوش آب
آبرو رکھتا ہے دریا کی برابر سہرا

چشم بدبین سے رہے عارض نوشہ محفوظ
آڑ ہو کر یہہ بنے سد سکندر سہرا

سورۂ نور کا جلوہ ہے رخ نوشہ مین
والضحٰے کی ہے یہہ تفسیر سراسر سہرا

کیا ہی موزون رخ نوشہ پہ ہے اللہ اللہ
واقعی سچ ہے حسینونکو ہے زیور سہرا

کچھہ نہ کچھہ گانٹھ گرہ مین بھی یہہ لایا ہوگا
خالی موہنہ دیکھتا نوشاہ کا کیونکر سہرا

پھولا جاتے ہین سماتا ہی نہین جوش گل
آج اترایا ہے چڑھکر تیرے سرپہ سہرا

ہے مہک پھولونکی سرپیچ مرصع کی چمک
خوشنما ہے رخ نوشاہ پہ زیور سہرا

سر چڑہانے سے ترے عرش پہ رکھتا ہی دماغ
بڑہ گیا کاہکشان سے کئی نمبر سہرا

سنبلستان ہے قلم کہتے ہین اہل تجسیم
دیکھکر عارض نوشاہ کے اوپر سہرا

کتنا بیباک ہے لپٹا ہے رخ نوشہ سے
منہہ لگا بنے ہے گستاخ مقرر سہرا

کہہ اوٹھے سب شجر طور مین نکلی شاخین
قد پرنور پہ دیکھا جو منور سہرا

سنتین آپکے نوشہ ہین مبارک ہو حسین
نذر دیتا ہون مین اے ساقی کوثر سہرا

مین نہین چاہتا موہنہ دیکھی صفت اپنی جمیل
داد انصاف سے دین سنکے سخنور سہرا

ولہ قطعہ تاریخ جشن شادی

چون بہ صدیق حسن خان مبارک طالع
سعد و مسعود شدہ شادی نور العینین

سال تاریخ درین جشن چو میخواست جمیل
زد رقم خامہ دو تقریب قران السعدین
۹۸ ۱۲

پیشکش سید جمیل احمد سہسوانی

تاریخ جشن شادی از سید جمیل احمد سہسوانی سلمہ

خوشی کا ہو یارب یہہ جلسا مبارک
رہے سال فرخ مہینا مبارک

ہمایون ہو سرپیچ نوشہ کے سر پر
فلک کو ہو عقد ثریا مبارک

یہہ شادی کی محفل یہہ جلسہ خوشی کا
مبارک ہو اے شاہ والا مبارک

بجے در پہ نوبت نشاط و طرب کی
یہہ شادی ہو کہتی ہے شہنا مبارک

یہہ ہے جوش عشرت یہہ شادی کا عالم
کہ کہتا ہے سہرا و برنا مبارک

مبارک سلامت کا محفل مین غل ہے
فلک پر سے کہتی ہے زہرا مبارک

جدہر دیکھو ہے عیش و عشرت کا جلوہ
خدا نے دکھایا دن اچھا مبارک

رہین شاد و آباد نوشہ ہمیشہ
الٰہی ہو خلعت شہانا مبارک

ہر اک کی زبان پر یہی ہے ترانہ
یہہ شادی یہہ محفل یہہ نوشا مبارک

تماشا دکھاتی ہین موجین خوشی کی
نہین شور کہتا ہے دریا مبارک

یہہ اک ایک سے کہہ رہا ہے خوشی مین
یہہ شادی کا شہرہ یہہ چرچا مبارک

کٹے رات دن چہچہون مین الٰہی
یہہ عیش و طرب ہو خدایا مبارک

دلونکو لبھاتا ہے جوش مسرت
خوشی کا عجب وقت آیا مبارک

سعادت نے کھوئی نحوست جہانکی ۔ زبان پر نہ لفظ آئیگا نامبارک
یہہ شادی وہ ہے کل جہانمین خوشی ہے ۔ نہ کیونکر کہے ساری دنیا مبارک
ہوا اک سال کے بعد فرزند پیدا ۔ خوشی پر خوشی ہو دوبالا مبارک

خوشی کے نکلتے ہین مضمون قلم سے
جمیل آج کا روز ہے کیا مبارک

قطعہ تاریخ

چون بہ نواب امیر الامرا والا جاہ ۔ سعد و مسعود شدہ شادی نور العینین
سال تاریخ درین جشن قلم خواست جمیل ۔ زد رقم خانہ دو تقریب قران السعدین
۱۲۹۷

سہرہ در تقریب شادی کتخدائی میر ابو الخیر نور الحسن خانصاحب و میر ابو النصر علی حسن خانصاحب دام اقبالہما از منشی شیخ محمد عبد العزیز بھوپالی عزیز تخلص تلمیذ افتخار الشعرا شہیر دام فیضہ

کیون نہ سو جان سے ہو قربان مقدر سہرا ۔ آج نواب کے بیٹون کے بندھا سر سہرا
آفتاب فلک حسن ہین دونون نوشاہ ۔ رشک دے تار شعاعی کو نہ کیونکر سہرا
عقل حیران ہے ترجیح کسے دون کس پر ۔ ایک کے منھ پہ کھلا ایک سے بہتر سہرا
اونکے پابوس کی حسرت جو نہ ہوتا دل مین ۔ یون لٹکتا نہ کبھی سر کو جھکا کر سہرا
دونون کے منھ کیطرف دیکھ کے کہتے ہین سب ۔ ایک جا رکھتا ہے دیکھو مہ و اختر سہرا
سارے عالم کو ہے اس شادی کی شادی ایسی ۔ مرد و زن محو طرب گاتے ہین گھر گھر سہرا
کیون نہ حسرت سے لڑے سوزن چشم نجوم ۔ عقد پروین سے زیادہ ہے منور سہرا

رشک دیتے ہین کواکب کو ضیا مین گوہر ... چشمکین مارتا ہے کاہکشان پر سہرا
محفل عیش ہوئی صحن ارم خوشبو سے ... طرۂ حور سے افزون ہے معنبر سہرا
دہوم ہے عالم بالا تلک اس شادی کی ... کیا عجب لاے جو رضوان بہی بنا کر سہرا
آجکل زمزمہ سنجی نہین انکی بے وجہ ... باغ مین گاتے ہین مرغان نواگر سہرا

اب نواسنج دعا ہو کہ یہہ موقع ہی عزیز
ختم نہین مختصر اے یار رہا گر سہرا

یہہ وہ سہرا ہے جسے ذوق بہی سنکر کہتے ... آفرین خوب لکہا مرد سخنور سہرا
تا رہے دہر مین تقریب عروسی جاری ... تا بندہے ہند مین نوشا ہونکے سر پہ سہرا

فرط شادی سے رہین خندہ زن احباب مدام
اشک کے تار کا ہو خصم کے منہہ پر سہرا

فقرہ تاریخ شادی از نتایج فکر ادیب عالی درجت شیخ محمد عباس متخلص بہ رفعت بن شیخ احمد شروانی سلمہ اللہ تعالے

رسم نیک شادی ہر دو صاحبزادہ مبارکباد
۹۸ ۱۲ فصلی

قطعہ تاریخ کتخدائی سید نور الحسن خانصاحب متخلص بہ کلیم از منشی فدا علیصاحب فارغ مرادآبادی سلمہ

عنوانہای تاریخی

ہو گیا عقد کلیم نیک بخت ... رہے بر مین عروس عیش دایم
۹۸ ۱۲ ھ ... ۹۸ ۱۲ فصلی

مہ برجِ اقبال قطب ورع — سپہر شرف مہر نیک اختری
مجلی با نوار حمید و صلاح — محلی با خلاق پیغمبری
گہر بار و غواص بحر سلوک — یم بیکران کرم گستری
فروزندہ شمع بزم کمال — فرازندہ رایت سروری
زبان آور تازی و فارسی — فزایندہ آب دُر دری
مضامین عالی یہ سحر حلال — کہ جن سے خجل جادوے سامری
سنو نام نور الحسن خان کلیم — گل گلشن شوکت و برتری
ہوے کتخدا خیر و خوبی کے ساتھ — بفضل خدا وند انس و پری

لکھا کلک فارغ نے سال نکاح
ہمایون ہو عقد مہ و مشتری ۱۲۹۸ھ

ایضاً فارسی عنوانہای تاریخی

بجلوہ عیش رسیدہ کلیم عالی رائے ۱۲۹۸ھ — کد خدا شد کلیم با کرم ۱۲۹۸ھ

قطعہ

بر دلِ نور الحسن خان کلیم — عقد مسنون باز کردہ باب عیش
نونہال سال و مہ فارغ نشاند — یافت بلبل گل نشاد اب عیش ۱۲۹۸ھ

قطعہ تاریخ کتخدائی سید علی حسن خان صاحب متخلص بہ سلیم

عنوانہای تاریخی

کد خدا شد علی حسن اکنون ۱۲۹۸ فصلی — گشت عقد سلیم مہر حیا ۱۲۹۸ھ

قطعہ

چون میر علی حسن بہ تمکین ‏— بر مسند عقد خویش بنشست
از برگ زبان نسیم شہرت ‏— در عرصۂ گلشن جہان جست
از نکہت روح بخش گشتم ‏— سرور کمال بلکہ بدمست
گلچین خیال من در استحصال ‏— گلدستۂ نغز سال وی بست
تا نذر کنم بہ پیش نواب ‏— کو والی با وقار من ہست
اے شاخ قلم ثنا بہارش ‏— شمشاد بیاسمین بہ پیوست ۹۹ ۱۲ھ

قطعۂ تاریخ عقد ہر دو شادی نتیجۂ فکر عالی ذکر مولوی سید محمد مبین صاحب آنریری اسپشل مجسٹریٹ ضلع سہارنپور سلمہ اللہ تعالی

تا ابد بادا مبارک اے کریم ‏— از دواج مہر و ماہ سروری
شادی دو یوسفِ کنعان حسن ‏— گشتہ با دو غیرت حور و پری
ہمہ گر بستند عقدِ دلکشا ‏— بر طریق سنت پیغمبری
بر امیر الملک با مسعود باد ‏— آنکہ او ہست آفتاب داوری
آن سلیمان شوکت و دارا حشم ‏— زیر فرمانش سپہر چنبری
ز آستانش شان رفعت پست شد ‏— اوج می خندد بہ بام قیصری
پیش او فرمانروایان را مدام ‏— ہست در سر جبہۂ فرمانبری
از امیران معالی مرتبت ‏— کیست تا بندد خیال ہمسری

آن علی بندہ ست رائے روشنش ‏ شد دگر خاتون عالم زیوری
سال تاریخش ستاع فکر شد ‏ در زمان سعد با نیک اختری
گفت ہاتف با مبین خیرخواہ ‏ ایہ بہم گردید ماہ و مشتری
۱۲۹۸ھ

دیگر اردو

شادی ہے اکامیر کے دونوں پسرین کی ‏ موجود سب لوازم جاہ و حشم ہوے
اک مہر فضل دوسرا ماہ کمال ہے ‏ فضل خدا سے دونون وہ عالی ہمم ہوے
خلعت بہی بخشے خوان بہی اونکو عطا کی ‏ خادم تمام مورد لطف و کرم ہوے
وہ جود وہ کرم وہ عطا اور وہ نوال ‏ محتاج سب جہان کے اہل کرم ہوے
نواب مستطاب کے فرزند نامدار ‏ نوشاہ جنکے مہبط فضل و کرم ہوے
کلبانگ تہنیت ہے بلند آسمان تلک ‏ اختر نثار اور شبہ مثال درم ہوے
شادی کے اہتمام کو شاد دیکہکر ‏ ایسی گہٹی کہ مردم چشم عدم ہوے
نواب نامدار وہ رتبہ ہے آپکا ‏ جو سر بلند تہے پے تسلیم خم ہوے
فضل و ہنر مین آپکا ہمسر کوئی نہین ‏ علم اسقدر ملا کہ جہان مین علم ہوے
سن جنکے شادمان تو نہایت ہو مگر ‏ حسرت یہی رہی کہ نہ موجود ہم ہوے
تہی فکر اسے مبین مجہے تاریخ عقد کی ‏ آئی ندا یہہ آج دو اختر بہم ہوے
۱۲۹۸

بزم مشاعرہ

بعد ختم این نامہ اتفاقاً در بزم سخنسنجان بر سبیل تذکرہ این مصرع حضرت شیفتہ
سے آپکو ہولیے ہم اونکی یاد مین ٭ برزبان منشی محمد صابر حسین صاحب متخلص
بہ صبا گذشت چون این مصرع پسند خاطر بزم آرایان افتاد آنرا مصرع طرح

طرح گرفتہ سخن سنجانرا بہ طبع آزمائی اشارت رفت چنانچہ ہر یکے از ایشان باندازۂ فکر خود سمند نظم را در میدان اندیشہ جولان داد از انجا کہ ضبط این مشاعرہ مناسب نبود گفتار ہر یکے را نقطۂ انتخاب زدہ در پایان این نگارش جلوہ دادہ شد نخستین لغتی بدیع کہ از خامۂ جادو نگار ہمین برادر گرامی قدر سید نور الحسن خان برکرسی وزن نشستہ تماشا کردنی ست و آن اینست

کیا رکھا ہے قصۂ فرہاد مین
فرق آتا ہے کسی کی یاد مین

کیا مبارک فکر آب و دانہ تھی
صید آیا قبضۂ صیاد مین

کیون نہون غم سے کسی کے بہرہ مند
شادیان ہین خاطر ناشاد مین

اقتضا سے عاشقی کو کیا کرون
ورنہ پنہان شکر ہے فریاد مین

جس نے یہ گلشن بنایا ہے اوسے
کچھ بلا کی مشق ہے ایجاد مین

زاہدون سے وعدہ اور ہمکو عطا
دخل ہے کسکو خدا کی داد مین

ہمکو ہے جس سے ارادت اے کلیم
دوسرا اوس سا نہین ارشاد مین

سپس سحر سطور سلیم گام تیز نگار سخن کشاد و ابیات چند بہ بست قلم داد

عمر یون کاٹی کسی کی یاد مین
شام نالہ مین سحر فریاد مین

کیا ہوا قد کے مقابل گر ہوا
بات تیری سی کہان شمشاد مین

ہم اسیران محبت کا ہی گھر
یا قفس مین یا کف صیاد مین

شوق نے اب اور مضطر کر دیا
چٹکیان لیکر دل ناشاد مین

خفتگان خاک سمجھے صور حشر
کیا قیامت تھی مری فریاد مین

کیون نہ تڑپون شوق ہی ہنگام قتل
لطف آتا ہی تری بیداد مین

قتل مشتاق شہادت کیجیے
ذبح کیجے خنجر کف جلاد مین

تم نہ آئے تو ہی اک پہر چار رہا ❊ کٹ گئی شب نالۂ و فریاد مین

چھوڑ دو الفت بتون کی اے سلیم
دل لگاؤ اب خدا کی یاد مین

بعدہ چمن پیرائے الفاظ و معانی منشی محمد صابر حسین صاحب صبا سہسوانی
عندلیب خامہ را بہ انشا و نغمہ ہای شیرین آوردہ از ہمصفیران گوے سبقت برد

کیا رہا ہے یہہ کسی کی یاد مین ❊ شوخیان آئین دل ناشاد مین
کھنچتے ہی اونکی ابرو کی شبیہ ❊ کھنچ گئی ہے مانی و بہزاد مین
لگے آنے سے یہہ شادی مرگ ❊ ملگیا شیون مبارکباد مین
کہتے ہین ضد سی کہ تنگ آگئے اوز ظلم ❊ دیکھین کیا کیا ہین ستم فریاد مین
ڈہونڈہا رہتے تھی طور پر جو کلیم ❊ ہے وہ اک شوخ ستم ایجاد مین
پڑگیا کس سخت جان سے واسطہ ❊ دم نہین ہے خنجر فولاد مین
دل ہی اب پہلو تہی کرنے لگا ❊ ہوگیا تم سا تمہاری یاد مین
بنگئے وہ رنگ گردون کا اثر ❊ جو تلون تہے ستم ایجاد مین
دادخواہی کون محشر مین کرے ❊ ہے مزہ سبکو تری بیداد مین

اے صبا مین اور خوشامد غیر کی ❊
بھول اوٹھا سب کچھ کسیکی یاد مین

غزل دیگر بہ طرز اہل لکھنؤ

مرغ گویا ہے چمن کی یاد مین ❊ لعل اوگلے خانۂ صیاد مین
اے گنہگاران الفت شاد ہو ❊ تیغ پہونچی قبضۂ جلاد مین

پاؤن پھیلانے لگا شوق جنون
دیکھکر بیڑی کف جلاد مین

آئے کیا راحت ٹھکانا ہی نہین
بھر گیا ہے غم دل ناشاد مین

حشر ڈہاتے ہین اسیران چمن
ہے قیامت خانۂ صیاد مین

تیرے قد سے ہمسری کرنے لگا
شاخ اب کیا لگ گئی شمشاد مین

کیا اوڑہین اوس سے حسینان جہان
وہ پری پیکر ہے آدم زاد مین

کج ڈہایا سخت جانی کا غرور
زور تھا یہ بازوی جلاد مین

بات کہتے کہتے بوسہ لے لیا
تم بھی کامل ہو صبا ایجاد مین ❊

دیگر سید جمیل احمد جمیل سہسوانی به نواسنجی این غزل پردہ گوش سامعان نواخت

تنگ کیون ہے خاطر ناشاد مین
جی نکل جاتے کسیکی یاد مین

شوخیان ہین جو تری بیداد مین
وہ کہان چرخ ستم ایجاد مین

ضعف سے یان لب بھی ہل سکتے نہین
کیا کرین گر ہے اثر فریاد مین

گر نہ کچھ ہم سے رکاوٹ تھی تو پھر
فرق کیون آیا تری بیداد مین

واہ کیا شوق شہادت ہے کہ ہم
دیتے ہین خنجر کف جلاد مین

بے سبب خاموشی زاہد نہین
بنگیا ہے بت خدا کی یاد مین

مٹ گیا سب سخت جانی کا غرور
جاتے جاتے کوچۂ جلاد مین

کیا سمائی شادی مرگ عدو
تھا ہجوم غم دل ناشاد مین

درد سے اسکے بہل جاتا ہے جی
اور تو کیا ہے دل ناشاد مین

ق

کہتے ہین وہ نام پہ مرتے ہین سب
مرنے والے عالم ایجاد مین

نام جسکا قیس ہے دیوانہ تھا
سر پھرا ایک تھا فقط فرہاد مین

پائیگا طرز صبا کیونکر جمیل
فرق ہے شاگرد مین استاد مین

دیگر سرخوش صہبائے سخن دلکش منشی ارشاد احمد مسکش از مضامین رنگین بادۂ گلگون بکام جان ریخت

گر نہو ضبط نفس فریاد مین
ہو جواب آسمان بیداد مین

تیری چشم سرمہ سا کی یاد مین
قہر کی چپ ہے مری فریاد مین

یہان پڑا ہوں ہو مجہے ذوق ستم
وہان کمی ہوتی گئی بیداد مین

حشر کہتے ہین جسے تحقیق ہے
تیری ٹہوکر ہین مری فریاد مین

حضرت واعظ بجا حورونکا وصف
کس کو شک ہے آپکے ارشاد مین

میرے سینہ سے نہ نکلے گا کبہی
دم ہے جبتک خنجر جلاد مین

عشق مین تیری رقابت ہی ہم
دلبران خلخ و نوشاد مین

سخت ہی وہ بہی مگر نسبت کوئی
تیرے سنگین دلمین اور فولاد مین

روز محشر بہی ہزارون تشنہ کام ہونگے
عشق کی قید ابد میعاد مین

کس کو کہتے ہین قفس اور دام کیا
قید ہون ہین الفت صیاد مین

شیفتہ کا رنگ مسکش اور ہین
فرق ہے شاگرد مین استاد مین

بعد ازان عزیز مصر ناز کخیالی محمد عبد العزیز عزیز بہوپالی تلمیذ افتخار الشعرا حافظ خان محمد خان صاحب شہیر زلیخای مضامین احسن معانی آراستہ

حور ہو تم گلشن ایجاد مین
ورنہ یہہ حسن اور آدم زاد مین

آج اوسکا بھی ہوا ہون یا نصیب / ایک حسرت تھی دل ناشاد مین
کیا کہون حال چمن اے ہمصفیر / آنکھہ کہولی خانۂ صیاد مین
کچھہ نہین تو گالیان ہی دیجیو / لطف ہو کوئی نیا ارشاد مین
بوسونکی تکرار پر کہتے ہین وہ / پڑ گئی بہول آہ کیون تعداد مین
کون ہے اسوقت مین اپنا رفیق / ایک دل سو بھی کسیکی یاد مین

ورد ہے نام اک صنم کا اے عزیز
کوئی جانے ہین خدا کی یاد مین

سپس منشی مقبول احمد مقبول بقبول نقد بضاعت سخن فن شعر را بیائے اعتبار بخشید

جب سے مشق اونکی پڑھی بیداد مین / ایک مین کیا خلق ہی فریاد مین
کب تھے جوہر تیشۂ فرہاد مین / محضر خون تھا خط جلاد مین
کھینچے گر ابروے قاتل کی شبیہ / ہو قلم خنجر کف بہزاد مین
مر گیا مین اسقدر شادی ہوئی / اونکے آنے کی مبارکباد مین
ہے مری فریاد قمری کی صدا / عشق قد غیرت شمشاد مین
کسطرح حاصل ہو دلکی مراد / گھر ہمارا ہے مرادآباد مین

جور ہے کسواسطے مقبول پہ
کیا ہے ظالم فایدہ بیداد مین

بعدہ نقد سخن احیا کامل محمد علاؤ الدین بسمل جواہر سخن را بسلک نظم کشید

دم مرا نکلے تمہاری یاد مین / ہے یہہ ارمان خاطر ناشاد مین
آکے بالین پر مرے کہتے ہین وہ / کیا یہہ مرتا ہے کسیکی یاد مین

جی تڑپتا ہے لگی کسکی نظر مخلصی مشکل ہے اب تو مرغ دل	پھڑک گیا نالہ دل ناشاد مین پڑگیا ہے پنجۂ صیاد مین

درد کا گھر سینۂ بسمل بنا
رات دن کی نالہ و فریاد مین

تقریظ بزم سخن از کمترین خلایق احمد خان صوفی مہتمم مطبع مفید عام آگرہ

در بزم سخن سنجان گلدستۂ کہ آب و رنگ معانی بخشد حمد بہار پیرائے گلشن ایجاد است و شمعیکہ انجمن سخنوران را نور جاوید دہد ستائش باغبان چمن مراد است کہ مشعل گل افروختۂ اوست و متاع صبر بلبل سوختۂ او دیدۂ نرگس چمن بانوارش روشن و جعد سنبل بہوایش رشک ختن اگر پاے سرو آزاد موج آب نہ بزنجیر نمی شد براہش پاے شوق می کشاد و اگر قمری را طوق گردن سد رہ در گلو نمی ریخت سرود بستان یاد میداد مثنوی منہ

اے نور دہ چراغ بینش	روشن کن بزم آفرینش
پروانۂ شمع از تو در سوز	حسن تو بعاشقان نظر سوز
افروختۂ تو عارض گل	آتش زدۂ بجان بلبل
تو نقش بباغ می نگاری	از شاخ شگوفہ می برآری
ہر لالہ کہ آتشین بہار است	از خامۂ صنع یادگار است
بخشی تو بسبزہ گوہرے چند	الماس و زمرد از تو دلبند
از رنگ گل و فغان بلبل	حسن تو بباغ میکند گل

و درود نامحدود در بزم افروز سخن کن فیکون کہ وجودش اصل موجودات است و ذاتش خلاصۂ کائنات در بزم سخن شمع انا افصح العرب والعجم نور جاوید بخشید و کاشانۂ معانی را بچراغ اوتیت بجوامع الکلم روشن گردانید فصیحان عرب پیش او باوجود

شیوا بیانی چون پیکر تصویر خاموش و زبان آوران تلخ کام بشیرینی گفتارش حلقه در گوش مثنوی

شاه دو جهان گلیم پوشے ... خود آب حیات و زهر نوشے
امی لقب و علوم دانے ... از نون و قلم و حرف رانے
در ملک عرب شه جهانگیر ... لعل سخنش چو شکر و شیر
طوطی نشان فداش بودند ... پیش شکرش نه لب کشودند
هم حرف شکر فروش میراند ... هم امی و صد کتاب میخواند
شیرین سخنے و هم ملیحے ... نا مد دگرے چو او فصیحے

اما بعد باین نشین بزم سخن صوفی پر محن که رحیق سخن در پیمانهٔ دلش جوش میزند ونشهٔ معانی بدماغش راه عقل و هوش میزند

در بزم سخن منم چراغے ... افروزم ازان چراغ داغے
روشن شوم از سواد نامه ... کوهے بکنم زکاه خامه
از کلک من است زخم و مرهم ... تا سور فروشم و جگر هم
از نامه کنم چو موشگافی ... یک شعر بود به بزم کافی
از شعله چو خامه بر تراشم ... دل خون کنم و جگر خراشم
از آتش دل زبان بشویم ... تا گرم حدیث عشق گویم
شیرین سخنے ز عشق رانم ... بر زخم کهن نمک فشانم

در بزم اهل صفا لب بسخن آشنا میکند که سخن دل پسند متاعیست مشتری خیز و کلام جان نواز سرمایه ایست طرب انگیز آنرا که این گنج شایگان مید هند خسرو روزگار خویش است و آنرا که کلام شیرین نه بخشیده اند بر سنگ فرهاد خستهٔ دلریش آرے

این سعادت بزور بازو نیست ... تا نه بخشد خدائے بخشنده

درین روزگار تیره و تار که خود سخن بر سنگ در یتیم در صدف گمنامی افتاده بود و در

یاس و حرمان بر روے سخن سنجان کشادہ بود مسبب الاسباب سببے برانگیخت و بادۂ
کامرانی در جام شعراے ماضی و حال بریخت کہ آوازۂ قدردانی سخن از شہریار الاقبال
بہوپال بلند گردید و شہرۂ آبرو افزائی قافیہ سنجان باکناف عالم فرا رسید مردگان را
جان تازہ و زندگان را مسرت بے اندازہ رسید ہم کہ تذکرۂ بزم سخن فراہم آوردۂ جناب
شمع انجمن بلاغت بہار صبح گلشن فصاحت ابو النصر سید علی حسن خان صاحب
بہادر دام اقبالہ طبع گردیدہ دیدۂ مشتاقان را منور گردانید و بچشم نظارگیان
سرمۂ صفاہان کشید آفرین بہمت ہمایونش کہ این جریدۂ والا را چون لولوے لالا در
رشتۂ ترتیب کشید و شعراے ماضی و حال را بکتاب خویش ہمسبق گردانید کلکش
نفخۂ صور است کہ مردگان را در شور نشور انداخت و ہمہ را بصریر قلم اعجاز رقم زندۂ
جاوید ساخت ہر صفحہ این کتاب رنگین رنگین تر از چمن و ہر ورق غیرت دہ
یاسمین و نسترن سطرش چون جعد سنبل بہ تسخیر دلہا مائل و حروفش روکش گوہر سویداے
دل آغازش باشعار رنگین راحت بخش دل ناشاد و انجامش بقطعات تہنیت و
مبارکباد و پیش ازین تذکرۂ صبح گلشن باشعار فارسی گرد آوردہ شعراے فارس را
زندہ ساخت اکنون اردو گویان را از کنج خمول برآوردہ بوادی حیات ابدی
انداخت تا ابر جودش بر کشت ہمہ ببارد و ہیچکس را بر زمین تشنہ نگذارد بزم سخن
کہ ترتیب دادۂ اوست اگر دران بزم ساعتے بنشینی بگلہاے مضامین رنگین
بہار روضۂ رضوان بہ بینی الٰہی تا بزم سخن را از شمع معانی پر نور داری و تا سطر کہکشان
بر صفحہ سپہر نگاری این بزم سخن مقبول انام و مطبوع طبائع خواص و عوام باد۔
بالنبی و آلہ الامجاد این دعا از من و از جملہ خلایق آمین فقط

تمت

قصیدهٔ میرزا کمال الدین سنجر قزوینی شاگرد لسان الملک میرزا تقی سپهر

ماه من از در درآمد با دو زلف مشکبار — ماه را هرگز ندیدم مشک آرد در کنار
یکطرف بر سرو بسته دستهٔ سنبل ز ناز — یکطرف از خط نموده هاله بر مه آشکار
یکطرف بنشانده هندو در لب آب بقا — یکطرف آب بقا را کرده لعلش شرمسار
یکطرف بنموده رو را کرده گیتی را ختن — یکطرف بگشوده مو را کرده گیهانرا تتار
یکطرف غوغا نمودی از غرور حسن خویش — یکطرف کردی پریشان آندو زلف تابدار
یکطرف دادی فریبم کاین مرا گنج ست و مار — یکطرف بر گنج خوابانده دو پیچان شاهمار
گفتمش ای مرغ گلزار بهشتی راست گوی — گفت گویم زانچه می پرسی جوابی سازگار
گفتمش در بوستان از چیست دارد لاله داغ — گفت باشد لاله از گلگونهٔ من داغدار
گفتمش لب غنچه کن یا بگشای آغوش ای صنم — گفت پنداری ز من هم بوس خواهی هم کنار
گفتمش خط تو چون مور از مشک آرد بمو — گفت زلفم مار اگر از تار جان سازد بمار
گفتمش بینم سر پسته را بخندد هم از طرب — گفت آری کبک خندد چون ببیند کوهسار
گفتمش زلف تو اندر چهر تو دانی که چیست — گفت اندر روم قومی از دیار زنگبار
گفتمش در سایهٔ زلفت زنخ دانی که چیست — گفت از کس گر نگویی آفتابی سایه دار
گفتمش بر قامتت زلف تو گویا عاشق است — گفت آری سرو را عاشق بود پیوسته مار
گفتمش از انتظارت جان بلب آمد مرا — گفت بنشین آنقدر تا می برآید زانتظار
گفتمش آهوی چشمت از چه باشد شیرمست — گفت از آنرو تا تواند کرد شیرانرا شکار
گفتمش از تو کنار و بوس میخواهد دلم — گفت اندر عیش صاحبزادگان کامگار
گفتمش ای ترک صاحبزادگان کیستند — گفت صاحبزادگان حضرت صدر کبار
گفتمش آن صدر اعظم کیست با من بازگوی — گفت آن صدری که باشد بدر خلق روزگار

گفتمش از نام آن صدر مکرم باز خوان ... گفت نواب امیر الملک میر نامدار

گفتمش آن کو ره ملت از و شد مستقیم ... گفت آن کو پشت دولت گشته از وی استوار

گفتمش آن کو بنای عدل از و شد مرتفع ... گفت آن کو جیش ظلم از وی شده هستی تار و مار

گفتمش بر گوی صاحبزادگان را نام چیست ... گفت یک ناطق کلیم و یک سلیم باوقار

گفتمش یعنی کلیم آن صاحب طبع سلیم ... گفت آن کو طور دانش گشته از وی نوربار

گفتمش آن کو سلیم ست و بنطق همچون کلیم ... گفت آری از کلامش زنده جان هوشیار

گفتمش این خواستگاری را چه کس آمد لیق ... گفت یک با ماه و یک با مشتری گردید یار

گفتمش این عیش را ای سر تاریخی بگوی ... گفت لفظ (خواستگاری) را بتاریخ اندر آر ۱۲۹۸

گفتمش زین رو که گیتی پر ز شور شادی است ... گفت هان زین رو که گیهان گشته خرم چون بهار

حوریان گویی پریشیدند زلف عنبرین ... خیز سوی بوستان با دوستان پای گذار

بارگاه شاهی آمد گلستان از روی گل ... کارگاه مانی آمد گلشن از نقش و نگار

در بن هر سرو میر قصه ز شادی فاخته ... در سر هر شاخ گل از وجد می خندد هزار

کبک از شادی بود مشغول در قد قد زدن ... چهچه بلبل رباید هوش مغز هوشیار

بسته بر زلف بنفشه شاکیانی سلسله ... کرده در گوش شقایق خسروانی گوشوار

در بن هر شاخساری گلعذاری جلوه گر ... جانب هر مرغزاری مرغ زاری نغمه‌سار

چون شنیدم این خبر از وی بصد وجد و نشاط ... هان بپا کردم بساطی چون بهشت کردگار

مجلسی بر پا نمودم با نوای عود و رود ... مجلسی آراستم با ارغوان و چنگ و تار

زهره در آن بزم آمد چون نکیسا چنگ زن ... پاربد سان مشتری مشغول مزمار و ستار

یکطرف غوغای رود و یک طرف افغان چنگ ... یکطرف آوای کبک و یکطرف آواز سار

یکطرف صوفی ز روی شوق در وجد و حال ... یکطرف عارف ز شوق و ذوق آمد بشادی خوار

گفتم ای ساقی ز جا خیز و بده جامم تمام ... تا که از رشک خط تو مشک باشد سوگوار

گیسوی خود بر کشا بنمای سحر عنبرین — عارض خود را نما بنمای چشم لاله زار

برزنم دستی بزلفت تا که از بهر تار او — زیر هر تار چنگ خیزد ناله افغان و زار

چون کشائی زلف تر سر می بپیچد بر زمین — بیگمان دل بیخبر از هر شکنجش بیقرار

ساقیا ای ترک سیمین ساق از بهر نشاط — می گسار امروز از روی مهربانی می گسار

زان شراب آور که گر نوشد روی به باد پیر — از طرب بیرون کشد از پیکر ضیغم دمار

زان شراب ناب آور کز فروغ باده اش — راز قلب هر بیند کور اندر شام تار

سرخوشم تا از آن باده که از روی شغف — تهنیت آرم به نزد آسمان اقتدار

سرخوشم تا چنان کز روی اخلاص و ادب — باز خوانم چامه در مدح امیر نامدار

راد امیر الملک عالی رتبه سید نور الحسن — خان والا جاه یعنی آسمان افتخار

آفتاب گیتی آرای سپهر داوری — اردشیر شیردل اسکندر دارا وقار

عارضش را پرتو انوار گیتی در یمین + — خاطرش را خازن اسرار غیبی در یسار

با کف رادش تهمتن بذل چون می در نشاط — در دل شادش مقر عدل چون یک در هزار

مدح خلقش گر نویسم خامه گردد مشکبیز — نقش جودش گر نگارم چامه گردد زرنگار

ای که اعوان تو دایم باد با عشرت قرین — ای که اعدای تو دایم باد بر محنت دوچار

سحر تا اندر آستین یا بهست دست زرنگار — برق تا اندر زیر زین پا بهست خنگ راهوار

از تو یکبار اگر بگو گیتی شود ویرانه ز کوب — وز تو یکبار ابلق گو گیهان شود ویرانه سوار

تیغ و بخت تو نزار و فره آمد در نظر — ملک از آن ایمن و خصم تو از این گردد نزار

گر به بحر ژرف از رحمت فرود آری نظر — قطره هایش در شبه گردد چو در شاهوار

چشمه شمشیر خون ریز تو هنگام مصاف — هست برقی سحر پیما یا که ابر شعله بار

برق تیغ تو اگر آتش فشان گردد بقهر — سبزه اندر پایش نروید هرگز اندر جویبار

آسمان آسا شوم اسپ تو در گاه جدال — بر رخ خورشید بنویسد سمین خط غبار

گویم ار از صولتت خود افتد در کاشغر | خوانمش الا ز هیبت افغان شود در قندهار
با دو چشم خصم جا هست تیر جا نگاه تو کرد | آنچه تیر تهمتن با دیدهٔ اسفندیار
سیم سنگین سنگ را در روز بخشش گاه کرد | با جوی او را نیارد هیچکس اندر شمار
هر کسی نازد بلطف پادشاه عصر خویش | منت ایزد را که ذات تست فخر شهریار
وقت مهرت از هوا خیزد نسیم عنبرین | گاه قهرت از سحاب آتش فشان جوشد شرار
شعر سنجی گشته چون جودت بگیتی مشتهر | گوییا این هر دو جاری باشد از یک چشمه سار
نسخه‌ها گفتم نباشد شعر من چون جود تو | در میان این و آن پیداست فرق بیشمار
چشمه سار شعر من با نادر است و قلم | جویبار جود تو باشد گلان گوهر نثار
زنده از سر چشمهٔ جود تو باشد خاص و عام | تازه از سر چشمهٔ شعرم روان هوشیار
من ز عالم شعر باشم سرادسیان مفتخر | تو ز فضل جود داری بر امیران افتخار
چشمه سار جود تو از شعر شاعر بی نیاز | فیض او عام است بر هر کس ز لطف کردگار
چشمه سار شعر من محتاج فیض عام تست | شعر من باشد بجود حضرتت امیدوار
جود تو چون آفتاب و شعر من باشد چو ماه | ماه از خورشید میدارد شعاع مستعار
تو ز جود خود ببخشی بهر انعام و صله | من ز شعر خود نمایم خوشتر و رنگین نثار
گر ردیف شعر سنجی شد مکرر باک نیست | این تکرر هم ز جودت کرده‌ام بر خود شعار
تا فروزان باشد اندر گلستان رخسار گل | جملهٔ ایام تو باشد شادمانی را دثار
داور را دایم کلیمت باد و جان بخش از کلام | سرور را دایم سلیمت با سلامت باد یار
مرغزار دشمنانت باد یکسر مرز غن | مرز غن بر دوستانت باد یکسر مرغزار